حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی نہایت ہی مختصر مگر جامع تقریر

نوجوانانِ جماعت سے خطاب

۱۲ مارچ رمضان المبارک کے آخری دن مسجد اقصیٰ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے بعد نماز عصر قرآن کریم کی آخری سورت کی تفسیر فرمانے اور مردوں و عورتوں کے ایک بہت بڑے مجمع کے ساتھ دعا کرنے کے بعد ایک دعوت چائے میں شمولیت فرمائی۔ جو تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی فورتھ ہائی کلاس کی طرف سے ففتھ ہائی کلاس کے طلبا کو ان کے یونیورسٹی کے امتحان میں شریک ہونے کے لئے سکول سے فارغ ہو جانے پر قصر خلافت کی نچلی منزل کے صحن میں دی گئی۔ چونکہ روزہ کے افطار کرنے کے بعد مغرب کی نماز میں بہت قلیل وقت تھا۔ اس لئے طلبا فورتھ ہائی نے برعایت وقت اپنے جدا ہونیوالے بھائیوں کو مختصر الفاظ میں ایڈریس پیش کیا۔

اس کا جواب بھی ایک طالب علم نے مختصر ہی دیا۔ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے تقریر فرمائی۔

مجھے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے خلافت ثانیہ کے شروع سے لیکر اس وقت تک حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی بے شمار تقریریں قلمبند کرنے اور شائع کرنے کا فخر حاصل ہے۔ لیکن میں نے اتنی مختصر مگر اپنے موضوع کے لحاظ سے ایسی جامع تقریر اس سے قبل نہیں سنی۔

حضور نے فرمایا۔ ... جو وقت مقرر کیا گیا ہے اسی کے مطابق پہلی تقریریں ہوئی ہیں۔ اور مجھے بھی اسی کے مطابق بولنا چاہئیے۔ چونکہ ہماری جماعت کے طلبا نے اپنے ایڈریس میں سپاہی سے مشابہت دی ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں:۔

اے عزیز! تم سپاہی ہو تو آگے بڑھو اور فتح یا دیا عزت کی موت مرو۔

مدینۃ المسیح

جناب مولانا مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب کو خدا تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے۔ کہ اس پیرانہ سالی میں آپ نے ماہ رمضان میں سارے قرآن کریم کا درس ختم کیا۔ اور کلام الٰہی کے عاشقوں کے لئے روحانی مائدہ مہیا فرمایا۔ ۱۲ مارچ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی آخری سورہ کا مسجد اقصیٰ میں درس دینے کے بعد لمبی دعا فرمائی۔ جس میں مردوں اور عورتوں کا بہت بڑا مجمع شامل ہوا۔

۱۳ مارچ نماز عید حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باغ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے پڑھائی۔ اور خطبہ پڑھا۔

یہ خبر خوشی سے سنی جائے گی۔ کہ جناب حافظ روشن علی صاحب بھی دعا اور نماز عید میں شامل ہوتے۔ فی الحال آپ سہارے سے چلنے لگے ہیں۔ خدا تعالیٰ آپ کو کامل صحت بخشے۔

لنڈن میں اشاعتِ اسلام

یورپین مردوں عورتوں سے ملاقاتیں اور مذہبی گفتگو

احمدی مبلغین کی ماہ جنوری ۱۹۲۹ء میں مصروفیتیں

ماہ زیر رپورٹ میں ملاقاتوں وغیرہ کے ذریعہ سوائج نکال کر مختلف لوگوں کو پیغام حق پہونچایا گیا۔ اس ملک کے حالات بلحاظ لوگوں کی معروفیت اور ان کی عادات کے اس قسم کے ہیں۔ کہ ملاقات کے مواقع ہمارے لئے نکل آنے ہی کامیاب تبلیغ کا ایک زینہ ہے جس کی پوری کیفیت صرف وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جو یہاں کے حالات سے واقف ہیں۔ یہ لوگ یا تو اپنے کاروبار میں منہمک رہتے ہیں۔ یا پھر فرصت کے وقت سیر و تفریح میں۔ یا اپنے دوستوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ اس طرح ان کو کسی ایسے آدمی یا کام کی طرف توجہ ہی پیدا نہیں ہوتی۔ جس کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ ایسے حالات میں لوگوں کا ہمارے پاس ملنے کے لئے آنا۔ اور ہمیں اپنے مکانوں پر بلانا یہ بھی تبلیغ کے لئے راستہ کھلنے کا موجب ہوتا ہے۔

گذشتہ ماہ میں ہماری دو جگہ دعوت ہوئی۔ اور دونوں موقعوں پر حسب حالات اپنی جماعت کے حالات اور اسلام کی تعلیم جس قدر سُنا سکے سنائی گئی۔

ایک صاحب جو ہندوستان کی فوج میں میجر ہیں۔ اور آج کل چھٹی آئے ہوئے ہیں۔ ان کو معہ ان کے بیگم کے دعوت دی گئی۔ ان سے دوران کی بیگم صاحبہ سے گفتگو مذہبی حالات کے متعلق ہوئی۔ میجر صاحب ہماری طرف ہو کر اپنی بیوی سے باتیں کرتے رہے۔ آخر ان کی بیوی نے ایک موقعہ پر کہا۔ میں حضرت مرزا صاحب کو نبی تو مان لیتی ہوں۔ لیکن مسیح موعودؑ نہیں مان سکتی۔ میجر صاحب پر خدا تعالے کے فضل و کرم سے بہت اثر معلوم دیتا ہے۔ مسٹر (Horse Hall) جو ایک اعلے درجہ کے مصور ہیں۔ اور جن کے ساتھ کچھ عرصہ سے میرے تعلقات قائم ہو گئے ہیں۔ ان کو ایک دن شام کے کھانے پر بلایا گیا۔ ایک اور شریف اور معقول خاندان سے ہمارے مشن کے تعلقات عرصہ سے چلے آرہے ہیں۔ اس خاندان کے سارے ممبر ایک دن ہمارے مکان پر تشریف لائے۔ اور بہت دیر تک باتیں کرتے رہے۔ اور کھانا کھا سننے کے بعد گئے۔ انہوں نے ہمیں بھی اس ماہ میں کھانے پر بلایا اور ہماری بہت خاطر داری کی۔

ماہ زیر رپورٹ میں ایک جرمن یہودی طالب علم جو کیمبرج میں تعلیم پاتا ہے۔ مسجد دیکھنے کے لئے آیا۔ اس کو سلسلہ کے حالات سنائے گئے۔ اور مختصر تبلیغ کی گئی۔ ہمارے علاقہ میں ایک Rotary کلب ہے۔ جس میں کسی فن میں خاص شہرت رکھنے والے ہی کو ممبر بنایا جاتا ہے۔ اس کے پریذیڈنٹ کو میں نے ایک موقعہ پر خط لکھا اس ہفتہ وہ وقت مقرر کر کے ملنے کے لئے آیا۔ اور مجھے اپنے ایک جلسہ میں شریک ہونے کی دعوت دے گیا۔ جب میں گیا۔ تو بہت عزت اور تکریم سے مجھے حاضرین سے انٹروڈیوس کرایا۔

مسز فضیلہ گیبز Gaber کے ذریعہ سے ایک خاتون ... سے ملاقات ہوئی۔ دوسری دفعہ ملاقات کا تو ابھی موقعہ نہیں ملا۔ البتہ ٹیلیفون پر کئی بار ہی گفتگو ہو چکی ہے۔ اسی طرح اپنے دوستوں سے بھی اور زیر تبلیغ لوگوں سے بھی ٹیلیفون کے ذریعہ کبھی کبھی گفتگو کر لی جاتی ہے۔ تاکہ تعلق قائم رہے۔ اور خط و کتابت کا سلسلہ بھی جاری رکھا جاتا ہے۔ ایک اور خاتون کو اسی عرصہ میں تبلیغ کی گئی۔

ریویو کا کام اس کام کے علاوہ ہے۔ چنانچہ ایام زیر رپورٹ میں ۱۵ مارچ کا رسالہ تیار کر کے چھپنے کے لئے بھیجا گیا۔

جمعہ اور اتوار کے دن آنے والے دوستوں کی اوسط تعداد ۱۵ کے قریب ہوتی ہے۔ جمعہ کے دن ہندوستانی احباب کی تعداد اکثر زیادہ ہوتی ہے۔ اور اتوار کے دن کبھی کبھی نو مسلم احباب کی تعداد ہندوستانیوں سے زیادہ ہو جاتی ہے۔

خاکسار فرزند علی عفا اللہ عنہ

دھوکے سے بچیں

معلوم ہوا ہے۔ کہ کوئی شخص حبیب الرحمٰن قوم پٹھان درمیانہ قد چوڑا منہ۔ جو کبھی قادیان میں بھی رہتا رہا ہے۔ اکثر لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو سیاح ظاہر کرتا ہے۔ پھر مخالفت کا زہر پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔ احباب ہوشیار رہیں۔ اور اس کے دھوکہ میں نہ آئیں۔ والسلام

محمد صادق عفا اللہ عنہ ناظر امور عامہ قادیان

اخبار احمدیہ

اعلان برائے نمائندگان مجلس مشاورت

احباب کرام پر واضح رہے۔ کہ جماعتوں کے نام ایجنڈا بطور غیر معمولی گزٹ بھجوا دیا ہے۔ جن نمائندوں کو نہ ملا ہو۔ وہ جلد اطلاع دیں۔ نیز بعض نمائندگان کے استفسار کے جواب میں اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ بجٹ معہ ضروری اخراجات قادیان پہونچنے پر نمائندگان میں تقسیم ہو گا۔ جو کہ بیت المال کی طرف سے بطور تجویز اول مجلس میں پیش ہو گا۔ خاکسار یوسف علی پرائیویٹ سیکرٹری قادیان

انجمن احمدیہ دہلی کا سالانہ جلسہ

انجمن احمدیہ دہلی کا آٹھواں سالانہ جلسہ انشاء اللہ تعالیٰ ۲۳-۲۴-۲۵-۲۶ مارچ ۱۹۲۹ء (جمعہ ہفتہ اتوار پیر منگل) پریڈ گراؤنڈ دہلی میں منعقد ہو گا۔ جلسہ میں شمولیت کی غرض سے جناب مولوی عبد الرحیم صاحب نیر حیدر آباد دکن سے۔ جناب صوفی غلام محمد صاحب بی اے۔ جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور جناب مولوی اللہ دتا صاحب فاضل مرکز سے تشریف لائیں گے۔ دہلی کے قریب کی احمدی جماعتوں سے درخواست ہے۔ کہ شامل جلسہ ہو کر عند اللہ ماجور ہوں۔ احباب کی رہائش کا انتظام حسب سابق بر مکان جناب بابو اعجاز حسین صاحب امیر جماعت احمدیہ دہلی۔ کوٹھی نواب لوہارو۔ بازار بلی ماراں ہو گا۔

خاکسار عبد الحمید سیکرٹری تبلیغ نئی دہلی۔

احمدیہ پراونشل کانفرنس بہار

حکیم خلیل احمد صاحب مونگیر سے بذریعہ تار اطلاع دیتے ہیں۔ کہ احمدیہ پراونشل کانفرنس کا اجلاس ضروری معاملات پر غور کرنے کے لئے ۲۴ مارچ ۱۹۲۹ء کو مونگیر میں منعقد ہو گا۔ صوبہ بہار کے مختلف مقامات کے احمدیوں کو انفرادی طور پر شمولیت کی دعوت دیدی گئی ہے۔

حیدر آباد میں لجنۃ اماء اللہ کا جلسہ

بتاریخ ۲۲ فروری ۱۹۲۹ء حیدر آباد و سکندر آباد کی لجنۃ اماء اللہ کا تیسرا ماہواری جلسہ منعقد ہوا۔ ان دنوں پلیگ کی پریشانیوں کے باعث بعض ممبرات دور دراز مقام پر مقیم ہیں۔ لیکن باوجود اس کے و نیز ماہ صیام کی مصروفیتوں کے ہماری اخلاص مند خواتین نے شرکت میں حصہ لیا۔ اور تقریباً ۱۵ خواتین شریک نماز جمعہ و جلسہ ہوئیں۔ جلسہ کا آغاز عزیزہ مبارکہ بیگم نے سورہ فاتحہ سے کیا۔ پھر عائشہ سیکرٹری نے رمضان مبارک کی فلاسفی پر تقریر کی۔ اور اسی ضمن میں زکوٰۃ و ماہ صیام میں غیر معمولی خیرات و نیز ماہ صیام کے ساتھ دعا کے تعلق کو بیان کر کے اسلام و سلسلہ کی ترقی اور خاص کر اپنی غافل اسلامی بہنوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے درد مند دل سے دعا کرنے کی جانب توجہ دلائی۔ اس کے بعد مختلف نظمیں پڑھی گئیں۔ بعد ازاں ماہواری چندہ وصول کیا گیا اور ۱ ہزار کے لنڈن فنڈ کے لئے بھی بفضلہ تعالیٰ ۳ ماہ کی مسلسل کوشش میں اب تک (جملہ سالم ۳۵۱ روپیہ اور ایک جوڑا کرن پھول مرصع اور ایک ... لجنہ نے چندہ جمع کیا۔ ہماری محترم بہن بیگم جناب سیٹھ عبد اللہ بھائی صاحب نے اپنی دختر فاطمہ بیگم سلمہا کی شادی کی مسرت میں بطور شادی فنڈ کے ... (باقی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۷۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۲۹ء | جلد ۱۶

مسلمان لیڈر بروقت جاگے

مسلمان کانگریسی جلسوں وغیرہ سے علیحدہ رہیں

نہرو رپورٹ میں مسلمانوں کے حقوق کو جس بے دردی اور بے رحمی سے پامال کیا گیا۔ اور ان کی غلامی کی زنجیر کو جس قدر مضبوط سے مضبوط تر بنایا گیا ہے۔ اس کا تقاضا تو یہ تھا۔ کہ سارے کے سارے مسلمان اپنے اندرونی اختلافات سے قطع نظر کرکے متفقہ طور پر اس کے خلاف آواز اٹھاتے۔ اور نہ صرف ہندوؤں پر بلکہ گورنمنٹ پر بھی واضح کردیتے۔ کہ مسلمانان ہند نہرو سکیم کو کسی صورت میں بھی منظور کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ گورنمنٹ کو بھی چاہیئے۔ مزید اصلاحات کی بنا اس سکیم پر نہ رکھے۔ بلکہ مسلمانوں کے مطالبات اور ان کے حقوق کو ضرور مدنظر رکھے۔ لیکن مسلمانوں نے اس بارے میں بہت سستی سے کام لیا [illegible] کام لیا کہ ہندوؤں نے اپنی ہوشیاری اور دولت مندی کے زور سے کچھ مسلمانوں کو اس لئے اپنے قبضہ میں کرلیا ہے۔ کہ ان کے ذریعہ مسلمانوں کو نہرو رپورٹ کے پھندے میں پھنسا لیں ۔

اب اس معاملہ نے بہت نازک صورت اختیار کرلی ہے۔ ایک طرف تو ہندوؤں سے یہ توقع رکھنے والے بھی کہ ان کی منت و سماجت کرکے وہ کچھ نہ کچھ حق حاصل کرلیں گے۔ اپنی کوششوں میں ناکام ہوکر مایوس ہوچکے ہیں۔ اور دوسری طرف ہندوؤں نے علی الاعلان یہ کہکر کہ اگر نہرو سکیم کو کامیاب بنانے میں سات کروڑ مسلمان نہ بھی شریک ہوں۔ تو کوئی پرواہ نہیں۔ ہندو خود ہی اسے کامیاب بنا سکتے ہیں۔ پورے زور کے ساتھ جد وجہد شروع کردی ہے۔ اگر اب بھی مسلمان اپنے ملکی اور سیاسی حقوق کی حفاظت کے لئے بیدار نہ ہوئے اور متحدہ طور پر کوشش نہ کی۔ تو اس کا نتیجہ نہایت ہی خطرناک ہوگا

ان حالات میں مسلم لیڈروں کے اس "ضروری اعلان" سے جو گذشتہ پرچہ میں شائع ہوچکا ہے۔ مسلمانوں کے اتحاد اور اتفاق کی ایک خوشکن شعاع نظر آتی ہے۔ اور توقع پیدا ہوگئی ہے۔ کہ مسلمان لیڈر متحد ہوکر مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کے لئے کمر بستہ ہونگے ۔

اس اعلان کے ذریعہ جو ہر صوبہ کے ۲۵-۲۶ سرکردہ مسلمانوں کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ ایک نہایت ضروری اور اہم قدم یہ اٹھایا گیا ہے۔ کہ انڈین نیشنل کانگریس کی ان سرگرمیوں میں حصہ لینے سے مسلمانوں کو منع کردیا گیا ہے۔ جو ۱۰- مارچ ۱۹۲۹ء سے شروع ہوچکی ہیں۔ کیونکہ کانگریس کی یہ کارروائیاں نہرو رپورٹ کو اور اس نہرو رپورٹ کو جو مسلمانوں کے لئے کند چھری ہے۔ کامیاب بنانے کے لئے کی جا رہی ہیں ۔

کچھ ہی دن ہوئے۔ ہم نے مسلمان لیڈروں سے استدعا کی تھی "ان لوگوں نے جو نہرو رپورٹ کے حامی ہیں۔ ابھی سے جد وجہد شروع کردی ہے۔ کہ کانگریس کا آئندہ اجلاس جو لاہور میں منعقد ہوگا۔ اسے غیر معمولی طور پر کامیاب بنا کر نہرو رپورٹ کے جال میں مسلمانان پنجاب کو بھی پھنسا لیا جائے۔ . . . . مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس بارے میں متفقہ اور متحدہ طور پر طریق عمل تجویز کریں۔ اور جلد سے جلد اس پر کاربند رہنے کی ضرورت اور اہمیت مسلمانوں کے ذہن نشین کرائیں" ۔

خوشی کی بات ہے۔ ذمہ دار اصحاب نے اس طرف توجہ کی۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں۔ وہ بروقت جاگے۔ اور انہوں نے صاف الفاظ میں مسلمانوں کو بتادیا۔ کہ کانگریس کی کسی قسم کی کارروائیوں میں کوئی حصہ نہ لیں۔ اب یہ مسلمانوں کا کام ہے۔ کہ اس پر کاربند ہوں۔ اور اس عمدگی اور خوبی کے ساتھ کاربند ہوں۔ کہ ہندوؤں پر واضح ہوجائے۔ کانگریس آل انڈیا کانگریس نہیں۔ بلکہ ہندو سبھا کا ہی دوسرا نام ہے ۔

جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے۔ ہندوؤں کو قطعاً مسلمانوں کی کوئی پرواہ نہیں۔ اور وہ کھلم کھلا دھکے دے دے کر مسلمانوں کو علیحدہ کررہے ہیں۔ مسلمان لیڈروں کے اسی اعلان پر ہندو پریس کی رائے زنی پڑھ لیجئے۔ کس شریفانہ اور کتنے مصالحانہ انداز سے کی گئی ہے اخبار "ملاپ" (۸- مارچ) لکھتا ہے:۔

"مسلمانوں نے تو ناراض ہی رہنا ہے۔ چاہے انہیں سارا ہندوستان دے دو۔ یہ پھر بھی کہیں گے۔ کہ اب بھی ہندو منافع ہی لے رہے ہونگے۔ اس لئے ان کی طرف سے کانگریس کا جو بائیکاٹ ہوا ہے۔ اس کی مطلقاً پرواہ نہیں کرنی چاہیئے۔ اور انہیں روٹھی عورت کی طرح ان کی حالت پر چھوڑ دینا چاہیئے"!

مسلمان ان الفاظ کو پڑھیں اور دیکھیں۔ کیسی حقارت اور تحقیر سے ان کا ذکر کیا گیا۔ اور کتنے تکبر اور غرور سے انہیں ٹھکرایا گیا ہے۔ ایسی حالت میں کیا کوئی باغیرت مسلمان گوارا کریگا۔ کہ کانگریس کی کسی کارروائی میں حصہ لے۔ ہر ایک قوم کی عزت و توقیر اس کے اپنے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ مسلمان اگر ہندوؤں کی طرف سے ایسے ذلیل کن سلوک کے باوجود ان کے پاؤں پر گریں گے۔ ان کی جوتیاں جھاڑ کر ان کی رضا جوئی کے لئے منت و خوشامد کریں گے۔ تو اپنے آپ کو خود ذلیل کریں گے۔ اور نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنی آئندہ نسلوں کے لئے ہندوؤں کی غلامی کی زنجیریں خود تیار کریں گے۔ لیکن اگر وہ ہندوؤں کو صاف طور پر کہدیں گے۔ جب تک تم ہماری قوم کی عزت و تکریم کرنا نہ سیکھو۔ ان کے حقوق غصب کرنے سے باز نہ آؤ۔ اس کے مطالبات کے سامنے سر تسلیم خم نہ کردو۔ اس وقت تک ہم تمہارے ساتھ مل کر کوئی کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ اور نہ صرف یہ کہا ہی جائے۔ بلکہ کرکے بھی دکھا دیا جائے۔ تو بہت جلدی ہندوؤں کو قدر عافیت معلوم ہوسکتی ہے۔ اور انہیں پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی سی قوم کے حقوق نظر انداز کرنے اور ملکی معاملات سے اسے علیحدہ رکھنے کا کیا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ بے شک ہندو کثیر التعداد ہیں۔ بارسوخ ہیں۔ دولتمند ہیں۔ اور گورنمنٹ بھی ان سے دبتی ہے۔ لیکن یہ ناممکن ہے۔ کہ ملک کی سات آٹھ کروڑ مسلم آبادی کے حقوق کو نظر انداز کرکے انگریزی پارلیمنٹ ہندوستان کی حکومت ہندوؤں کے ہاتھ میں دے دے خاص کر اس صورت میں جبکہ مسلمان اپنی زندگی۔ اپنے اتحاد اور اپنی تنظیم کا ثبوت بہم پہونچا دیں ۔

سکھوں کی مذہبی رواداری

پچھلے دنوں مہارانی کلسیہ نے جو ایک سکھ والئے ریاست کی بیوی ہیں۔ اپنے سر کے بال کتروا ڈالے۔ اور مروجہ یورپین فیشن اختیار کرلیا۔ یہ کوئی ایسا فعل نہیں۔ جس کے باعث انہیں سکھ دھرم سے خارج قرار دیا جائے۔ کیونکہ سکھوں کی مذہبی کتاب گرنتھ صاحب میں سر پر لمبے بال رکھنا اختیاری امر قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ آتا ہے۔

"بھانویں لانبے کیس رکھ بھانویں کھر ڈھمنڈا"!

لیکن باایں ہمہ مہارانی صاحبہ کے متعلق سکھ اخبار "شیر پنجاب" لکھتا ہے:۔

"راجہ صاحب کا مذہبی فرض تھا۔ کہ رانی امر کور کو منہ نہ لگاتے۔ کیونکہ جو لڑکی سکھ نہیں۔ بلکہ تپت ہوچکی ہے۔ اسے ایک سکھ راجہ کی رانی کہلانے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ . . . . راجہ صاحب کلسیہ میں اگر ذرا سی بھی اخلاقی دلیری اور جرأت موجود ہو۔ تو انہیں رانی امر کور کو کبھی منہ نہ . . . . لگانا چاہیئے۔ اور نہ اس رانی سے کوئی اولاد ہونی چاہیئے" (۲۳- فروری ۱۹۲۹ء)

ایک معمولی رواج کے ترک کرنے پر معاصر "شیر پنجاب" کا مہارانی صاحبہ کلسیہ کے لئے اس قدر سنگین سزا تجویز کرنا سکھ دھرم کی مذہبی رواداری پر ایک سخت دھبہ ہے ۔

جو سکھ اصحاب من گھڑت افسانوں کی بنا پر شاہان اسلام پر مذہبی تعصب

شدھی در شدھی

آریوں نے مہاراجہ اندور کی آوردہ ایک عیسائی لڑکی کو بڑی دھوم دھام سے شدھ کر کے سرسنیتا دیوی بنانے کے ساتھ ہی "اندور کی مہارانی" بھی بنا دیا تھا۔ اب اس مہارانی کے ہاں پیرس میں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ جس کے متعلق آریہ اخبارات لکھتے ہیں:۔

"مہارانی لڑکی کو لے کر بھارت آرہی ہیں۔ یہاں لڑکی کی شدھی کی رسم ادا کی جائے گی۔ اور اس کے بعد پورانک رواج کے مطابق لڑکی کی شادی کی جائے گی۔ چنانچہ ایک کمیشن عنقریب آنے والا ہے۔ جو اس لڑکی کے لئے کسی راج گھرانے سے ور کی تلاش کرے گا" (پرکاش ۱۰ مارچ)

دودھ "پیتی بچی" اور "شادی" کے الفاظ خواہ کتنے ہی بے جوڑ اور قوت سماعت کے لئے گراں ہوں جب ویدک دھرم کا یہی حکم ہو تو ہمیں اس کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ امر ضرور قابل دریافت ہے کہ جب سرسنیتا دیوی نے "شدھ" ہو کر اور بحالت "شدھی" ایک ویدک دھرم کے پابند اور اس کے پرچارک "مہاراجہ" کے ساتھ "ویدک ریتی" سے شادی کرنے کے بعد لڑکی جنی ہے۔ تو پھر اس لڑکی کی "شدھی" کیا مطلب۔ کیا آریہ شدھی در شدھی کا طریق جاری کرنے والے ہیں ؞

ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب کا افسوسناک فیصلہ

ٹیکسٹ بک کمیٹی پنجاب نے شروع سے سرکاری کتابوں کی طباعت اور اشاعت کا اجارہ منشی گلاب سنگھ اینڈ سنز کی فرم کو دے رکھا ہے ایک عرصہ سے اس کے خلاف آواز اٹھائی جا رہی ہے۔ کمیٹی مذکور نے حال میں پھر اسی فرم کے اجارہ کو منظور کرتے ہوئے ثابت کر دیا ہے کہ وہ اپنی گلاب سنگھ نوازی کا سلسلہ ابھی منقطع کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس دفعہ ٹیکسٹ بک کمیٹی کے کام کے لئے تین فرموں نے درخواستیں دے رکھی تھیں یعنی گلاب سنگھ کی فرم، عطرچند کپور کی فرم اور مولوی فیروز الدین کی فرم۔ چونکہ آج تک کسی مسلمان فرم کو یہ اجارہ نہیں دیا گیا تھا۔ اس لئے کمیٹی کو ایک مسلمان کی درخواست پر خاص توجہ کرنی چاہئے تھی۔ لیکن فیصلہ یہ کیا گیا۔ کہ کپور چند فرم کے ۱/۲ ۶۵ ہزار روپیہ کے ٹنڈر کو بھی نظر انداز کر کے گلاب سنگھ کی فرم کو ۷۰ ہزار چند سو روپے کے ٹنڈر پر کام دیدیا گیا کمیٹی کے کل ارکان کی تعداد چوبیس ہے۔ جن کے متعلق معاصر "انقلاب" ۱۰ مارچ کا بیان ہے:۔

"تیرہ نے گلاب سنگھ کو اجارہ دئے جانے کے خلاف رائے دی تین غیر جانبدار رہے۔ اور باقی ۸ نے گلاب سنگھ کے حق میں رائے دی۔ ان میں سے پندرہ اصحاب سررشتہ تعلیمات کے ملازمین تھے"

اس معاملہ میں محکمہ تعلیم کے پندرہ کے پندرہ ملازمین کا ایک پارٹی ہو جانا وزارت تعلیم پنجاب کی روش کو دیکھتے ہوئے کچھ بھی تعجب انگیز نہیں۔ البتہ قابل تعجب بات یہ ہے کہ پنجاب کونسل کے مسلم ممبر کیوں اس وزارت کی مسلم آزار سرگرمیوں کے انسداد کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اس سے بڑھ کر بے انصافی کیا ہوگی کہ مسلمانان پنجاب جن کی آبادی دوسرے تمام لوگوں کی مجموعی تعداد سے زیادہ ہے۔ انہیں ان کے جائز حقوق سے محروم رکھا جا رہا ہے ؞

اشارات

دس مارچ سے نہرو رپورٹ کو کامیاب بنانے کے جو مظاہرے شروع کئے گئے ہیں۔ ان میں مسلمانوں کی شرکت کسی لحاظ سے بھی مناسب نہیں۔ اور ملک کے سرکردہ مسلمان لیڈروں نے اس بارے میں صاف اور واضح اعلان شائع کر دیا ہے۔ لیکن مولوی ظفر علی کو جو اپنی خوش قسمتی مگر مسلمانوں کی بدقسمتی سے نہرو رپورٹ کی اشاعت کے دن سے ہی اس کے حامیوں کی فہرست میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس سے کیا۔ کہ نہرو رپورٹ مسلمانان ہند کے سیاسی حقوق کیلئے زہر قاتل کا حکم رکھتی ہے۔ ان کے مدنظر تو صرف اپنے اغراض و مقاصد ہیں۔ مسلمان جائیں بھاڑ میں۔ مولوی صاحب ہندوؤں سے جو قول و قرار کر چکے ہیں ان سے کس طرح پھر سکتے ہیں۔

چنانچہ ۱۰ مارچ کو لاہور میں ہندوؤں نے جو جلوس نکالا۔ اس کی راہ نمائی کے فرائض مولوی صاحب نے ہی ادا کئے۔ اور "زمیندار" (۱۲ مارچ) نے بڑے فخر کے ساتھ اس کا اعلان "آقائے ظفر علی کے زیر قیادت استعجاب سوز مظاہرہ" کے عنوان سے کیا۔

ایک ایسا ہجوم جس کے ساتھ "باجہ" اپنے دل نواز نغموں سے سامعین کو مسحور کر رہا ہو۔ اور جس میں "خلافت والنٹیر کور" کے "کپتان" اور "لفٹیننٹ" "دلنواز انداز" میں "ارباب نشاط" کے فرائض ایسی خوبی کے ساتھ ادا کر رہے ہوں۔ کہ "ان جیوش کے ہمراہ تماشائیوں کا غیر معمولی ہجوم ہو۔ لاہور کے سے شہر میں اس کے ساتھ سینکڑوں نہیں ہزاروں بے فکروں اور بیکاروں کا شامل ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں لیکن باوجود اس کے "زمیندار" نے اس ہجوم کا نام "لاہور میں جنگ آزادی کا آغاز" رکھا ہے۔ اور اسی مناسبت سے گانے بجانے والوں میں سے اچھی "سر" الاپنے والوں کو "کمانڈر" "کپتان" اور "لفٹیننٹ" بنا دیا ہے۔ اور باقی کو "جیوش" قرار دیدیا ہے۔ یہ نہیں بتایا کہ "ان افواج قاہرہ" کی کل تعداد کتنی تھی۔ ان میں پیدل کتنی فوج تھی۔ رسالہ کتنا۔ توپخانہ کتنا تھا۔ البتہ ان "جیوش" نے جہاں جا کر مورچے قائم کئے خندقیں کھودیں اور مشین گنوں کے ذریعہ "غنیم پر گولہ باری" شروع کر دی۔ وہاں کی تعداد تماشائیوں کو ملا کر "دس اور پندرہ ہزار کے درمیان" بتائی گئی ہے۔

معلوم ہوتا ہے "زمیندار" "نبرد آزما جیوش" اور "تماشائیوں" کی تعداد اس لئے نہ بیان کر سکا۔ کہ پھر اس کے لئے اپنے "آقائے ظفر علیخان" کے اس کارنامہ کو "عظیم الشان" قرار دینے کے لئے کوئی گنجائش نہ رہتی۔ لیکن اخبار "ملاپ" (۱۲ مارچ) لکھتا ہے:۔

"شروع میں جلوس کے ہمراہ ایک ہزار کے قریب آدمی تھے۔ لیکن لوگ اس میں شامل ہوتے گئے حتی کہ جلوس میں چار پانچ ہزار آدمی ہو گئے"

اگرچہ یہ تعداد بھی کوئی ایسی تعداد نہیں جسے لاہور کے جلوسوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی وقعت دی جا سکے۔ تاہم "ملاپ" کا بیان بھی قابل اعتنا نہیں۔ کہ اس کی غرض بھی اس ہجوم کو "شاندار جلوس" بتانا ہے۔ معاصر "سیاست" (۱۲ مارچ) نے جلوس کی تعداد "سو ڈیڑھ سو بے فکرے" بتائی ہے اور یہی درست معلوم ہوتی ہے

اگرچہ "زمیندار" نے اس "جلوس" میں مسلمانوں کی شمولیت ثابت کرنے کے لئے لکھا ہے:۔

"حساس مسلمان یہ خبر سن چکے تھے۔ کہ دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ نے مسلمانوں کو کانگریس کے جلسوں اور جلوسوں کی شرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی ہے اس اعلان نے ان کی غیرت و حمیت کے جذبات کو اور بھی تیز کر دیا۔ اور وہ جوق در جوق اس مظاہرے میں شامل ہوئے" لیکن جن "مسلمان راہ نماؤں" اور "سرکردہ اصحاب" کے نام شائع کئے گئے ہیں۔ ان سے اندازہ ہو سکتا ہے۔ کہ اس مظاہرے میں شامل ہونے والے مسلمان کس وضع و قماش کے تھے۔

"زمیندار" کا بیان ہے:۔

"ٹھیک ۴ بجے کے بعد آقائے ظفر علیخان کے زیر قیادت جلوس آزادی روانہ ہوا۔ سب سے آگے باجہ تھا۔ جو ہندوستان کے قومی ترانے گا رہا تھا اور اپنے دلنواز نغموں سے سامعین کو مسحور کر رہا تھا۔ اس کے بعد قومی جھنڈا تھا جس کے نیچے قائد جلوس آقائے ظفر علیخان تھے۔ آپ کے دائیں بائیں لالہ دونی چند بیرسٹر، سردار منگل سنگھ۔ لالہ ٹھاکر داس کیدو، سردار کشن سنگھ۔ پانڈت سنت رام، ماسٹر سنتام رائے ایم اے۔ آقائے اختر علی خاں، مسٹر بشیر، قاضی احسان احمد اور دیگر سرکردہ اصحاب تھے"

"مسٹر بشیر" کی غیر معروف شخصیت کو چھوڑ کر دیکھ لیجئے یہ صاحب بھی "زمیندار" کے متعلقین میں سے ہی ہوں۔ باقی دو نام "اختر علی خاں ابن ظفر علیخاں" اور "قاضی احسان احمد ایڈیٹر زمیندار" کے رہ جاتے ہیں۔ اور "دیگر سرکردہ اصحاب" کی تفصیل معاصر "سیاست" نے شائع کر دی ہے جو یہ ہے۔ کہ "جلوس کو بارونق بنانے کیلئے اپنے دفتر کے کاتبوں، چپڑاسیوں اور منشیوں کو بھی (ظفر علی) شامل ہونے کیلئے ساتھ لے گیا"

یہ ہیں مسلمانان پنجاب کے لیڈر اور راہ نما جو ۱۰ مارچ کو لاہور کے "جلوس آزادی" میں شامل ہوئے۔ اور جن کی شمولیت کو تمام مسلمانوں کی شرکت قرار دیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ مسلمانوں کی لیڈری ہمیشہ کے لئے کیا سارے دفتر "زمیندار" میں ہی آگھسی ہے اور باپ بیٹا اور ان کے نفس ناطقہ کے سوا مسلمانوں میں کوئی لیڈر یا سرکردہ انسان نہیں رہا۔ اگر یہی صورت [illegible] کہ اس جلوس میں اس کے خانہ زاد لیڈروں نے مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ادا کیا؟ ورنہ ظاہر ہے۔ کہ سوائے "زمیندار" کی ٹولی کے جو اپنے آپ کو ہندوؤں کے ہاتھ بیچ چکی ہے مسلمانوں نے کلیتہً جلوس کا بائیکاٹ کیا اور پنجاب کے مرکزی شہر لاہور کے مسلمانوں نے سارے پنجاب کیلئے نہایت مبارک فال پیش کی ؞

[illegible] کا ہمنوا بن جائے۔ ورنہ اسے وہ روز بد دیکھنا نصیب ہوگا۔ جو غدار اور ملت فروش لوگوں کے لئے مقدر ہوتا ہے ؞

"عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو"

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہٖ

(فرمودہ ۱۳ مارچ ۱۹۲۹ء بروز عید الفطر)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

انبیاء کی وحی اپنے اندر کئی معانی رکھتی ہے۔ اور مختلف مطالب پر اس سے روشنی پڑتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک الہام ہے۔ جو عید سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک تو اس الہام کے

وقتی معنے

تھے۔ کہ اس دن شبہ تھا۔ آیا عید ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کو دور فرما دیا۔ اور بتایا "عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو" لیکن میرے نزدیک اس وحی کا صرف یہی مفہوم نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "چاہے کرو یا نہ کرو" اور جس کام کے متعلق خود اللہ تعالیٰ فرمائے "چاہے کرو یا نہ کرو" صرف اس کے لئے خصوصیت سے الہام کرنا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ میرے نزدیک علاوہ اس مفہوم کے ایک اور

لطیف نکتہ

بھی اس میں بیان فرمایا گیا ہے۔ اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی طرف اشارہ ہے۔ انبیاء کی بعثت بھی ایک عید ہوا کرتی ہے۔ یعنی ان کی بعثت سے اللہ تعالیٰ کے فضل پھر دنیا پر نازل ہوتے ہیں۔ اور دنیا میں

ترقیات کا بیج

ان کے ذریعہ بویا جاتا ہے۔ وہ ایک ایسا بیج ہوتے ہیں۔ جو آہستہ آہستہ ترقی کر کے ایک اتنا بڑا درخت بن جاتا ہے۔ جس کے پھلوں اور سایہ سے اہل دنیا مستفید ہوتے ہیں۔ لیکن اکثر لوگوں کو وہ عید نظر نہیں آیا کرتی۔ لوگ عام طور پر اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اس عید کے لئے شوق سے روزے رکھتے ہیں۔ اور بعض دفعہ چاند نظر نہیں آتا۔ تو دوسرے لوگوں کے کہنے پر ہی عید کر لیتے ہیں۔ ایک دوست نے سنایا۔ ایک شہر میں سات سال تک ایک گاؤں کے لوگ آکر قسمیں کھاتے رہے۔ کہ ہم نے چاند دیکھ لیا ہے۔ اور ان کی قسموں پر اعتبار کر کے وہاں عید کر لی جاتی رہی۔ آخر جب یہ سوال پیدا ہوا۔ کہ کیا وجہ ہے۔ ہر سال اسی گاؤں کے رہنے والوں کو چاند نظر آتا ہے۔ کیا باقی سب لوگ اندھے ہو جاتے ہیں کہ انہیں دکھائی نہیں دیتا تو ان لوگوں نے اقرار کر لیا۔ کہ ہم عید کرنے کی خوشی میں جھوٹ بولتے رہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ اس عید کا تو نام سنکر ہی لوگ کر لیتے ہیں لیکن اس عید کی طرف جو انبیاء کی آمد سے ہوتی ہے۔ بہت کم توجہ کرتے ہیں یہ فقرہ کہ "عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو" اس میں اس عید کی طرف اشارہ ہے۔ جو

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی عید

ہے۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ چاہے یہ کرو یا نہ کرو۔ ایک ہی بات ہے بلکہ یہ اسی طرح کہا گیا ہے۔ جیسے کہتے ہیں۔ ہے تو سچا چاہے مانو یا نہ مانو یعنے اس سے فائدہ اٹھانا نہ اٹھانا تمہارا کام ہے۔ ہم نے چیز مہیا کر دی ہے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی عید ہیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ مسلمانوں کی ترقی کے سامان پیدا کر دئیے۔ اب یہ ان کی مرضی ہے۔ ان ذرائع اور سامانوں کو استعمال کر کے فائدہ اٹھائیں۔ ترقی کریں اور عزت حاصل کریں یا نہ اٹھائیں اور اپنی ذلت و نکبت میں بڑھتے چلے جائیں۔ تو انبیاء بے شک عید ہوتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ عید لوگوں سے جبراً نہیں منواتا۔ بلکہ ان کی مرضی پر چھوڑ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص عید منائے تو وہ خوشی اور مسرت حاصل کرتا ہے لیکن اگر نہ منائے۔ اور سوگ ہی رکھے تو یہ بھی اس کی مرضی ہے۔ اس میں کوئی جبر نہیں ؎

اس الہام میں اللہ تعالیٰ نے علم النفس کا ایک عجیب نکتہ بیان فرمایا ہے۔ یعنی

عید کرنا یا نہ کرنا

انسان کے اندر کے احساسات پر منحصر ہے۔ صرف سامان کا موجود ہونا عید منانے کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کا اختیار کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ دنیا میں بہتر سے بہتر چیزیں ہیں۔ لیکن اگر انہیں استعمال نہ کیا جائے۔ تو وہ کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں۔ اسی عید کے دن کو لے لو۔ کئی علاقوں میں چاند نظر نہیں آتا۔ اور وہ لوگ روزہ رکھتے ہیں۔ اب عید تو ہوتی ہے۔ مگر بوجہ محسوس نہ کرنے کے اس علاقہ کے لوگوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اور وہ اس کی خوشی سے محروم رہتے ہیں۔ اسی طرح عید کا دن ہو۔ لیکن ایک گھر میں میت پڑی ہو۔ عورتیں آہ و فغاں کر رہی ہوں۔ بچے رو رہے ہوں۔ اور اگر کوئی زیادہ تقویٰ والا گھر نہ ہو۔ تو وہاں عورتیں گالوں کو پیٹتی اور بالوں کو نوچتی ہیں تو ان کے لئے کوئی عید نہیں۔ حالانکہ باقی لوگ عید کی خوشیاں منا رہے ہوں گے۔ تو عید انسان کے اندرونی اور قلبی احساسات اور جذبات سے ہوتی ہے۔ جس میں اس کے لئے احساسات نہ ہوں اس کے لئے کوئی عید نہیں ہوتی۔ پس بات یہی ہے۔ کہ عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو۔ غرضیکہ عید کا ہونا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ اسے منانے کی خواہش بھی اس کی تکمیل کے لئے ضروری ہے جب تک اپنے نفس میں یہ خواہش نہ ہو۔ کہ ہم نے عید منانی ہے۔ اس وقت تک عید کوئی فائدہ نہیں دے سکتی ؎

اس سے ہمارے سلسلہ کے متعلق بھی ایک سبق حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ جب یہ ثابت ہے۔ کہ انبیاء کی بعثت عید ہوتی ہے۔ اور انبیاء دنیا میں

ترقی اور خوشی

پیدا کرنے کے لئے آتے ہیں۔ وہ اس لئے آتے ہیں کہ ظالموں کو گرا دیں۔ اور مظلوموں کو اونچا کر دیں۔ کھوئی ہوئی عزتوں کو دوبارہ قائم کریں۔ اور گئی ہوئی شوکت کو واپس لائیں۔ مصائب زدہ لوگوں کو بچائیں۔ لیکن جب تک لوگ اپنے اندر یہ خواہش نہ پیدا کریں۔ کہ ان سے فائدہ اٹھائیں۔ اس وقت تک انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا ؎

انبیاء کے آنے پر کچھ لوگ تو ان کا بالکل ہی انکار کر دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی ایسا ہی ہوا اکثر مخالفین کہا کرتے تھے۔ بلکہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ ایک شخص نے پیسہ اخبار میں مضمون لکھا۔ کہ یہ اچھا نبی آیا ہے۔ کہ دنیا پر مصائب ہی مصائب نازل ہو رہے ہیں کہیں طاعون ہے۔ کہیں قحط ہے لیکن بات تو وہی ہے۔ کہ "عید تو ہے چاہے کرو یا نہ کرو" خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیج کر عید کا موقعہ پیدا کر دیا۔ اب اگر تم دروازے بند کر کے رونے پیٹنے میں لگے رہو۔ تو تمہارے لئے وہ کسی خوشی کا موجب نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالیٰ کے مامور

دو دھاری تلوار

کی طرح ہوتے ہیں۔ جس کا ایک سرا ماننے والوں کے لئے ہوتا ہے جو ان کے ہر قسم کے رنج و غم کاٹتا چلا جاتا ہے۔ اور ایک نہ ماننے والوں کے لئے ہوتا ہے جو ان کی خوشی اور راحت کو کاٹتا ہے وہ ایک طرف بشارت کا اعلان کرتے ہیں تو دوسری طرف تباہی و بربادی کا۔ ان کے آنے سے

عالم قیامت

برپا ہو جاتا ہے۔ وہ بشیر و نذیر ہوتے ہیں۔ وہ اپنی ذات میں تو عید ہی ہوتے ہیں۔ لیکن دوسروں کے لئے ان کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں۔ جو قبول کر لیتے ہیں۔ ان کے لئے عید ہو جاتی ہے لیکن جو نہیں مانتے۔ ان کا اس عید کے موقعہ پر بھی روزہ ہی ہوتا ہے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ عید کے دن روزہ رکھنا شیطان کا کام ہے ؎

آگے جو ماننے والے ہوتے ہیں۔ وہ بھی ان دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتے۔ ان میں سے اکثر تو ان ذمہ داریوں کو اپنے پر قبول کر لیتے ہیں۔ جو خدا تعالےٰ ان پر ڈالتا ہے۔ اور اپنے لئے عید کر لیتے ہیں۔ لیکن جو ان ذمہ داریوں کو قبول نہیں کرتے۔ ان کے لئے کوئی عید نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عید کے لئے قربانی نہایت ضروری چیز ہے ہمیشہ

قربانیوں کے بعد

ہوا کرتی ہے۔ یہ عید بھی روزوں کے بعد ہوتی ہے۔ جو بہت بڑی قربانی ہوتی ہے۔ اور عید الاضحی بھی خدا کے لئے گھر بار چھوڑنے اور خدا کی خاطر وطن سے بے وطن ہونے کی یاد میں ہوتی ہے۔ تو عید ہمیشہ قربانیوں کے نتیجہ میں ہوتی ہے پس جو لوگ انبیاء کی تعلیم کے مطابق قربانیاں کرتے ہیں۔ ان کے لئے تو عید ہوتی ہے۔ لیکن جو ایسا نہیں کرتے۔ ان کے لئے

ہلاکت اور تباہی

کے سوا کچھ نہیں ہوتا:۔

یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ دنیا میں تکالیف سے کوئی بھی بچا ہوا نہیں ہوتا لیکن تکالیف بھی دو طرح کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ جو انسان خود اپنے لئے چن لیتا ہے۔ اور دوسری وہ جن سے انسان بچنا چاہتا ہے لیکن بچ نہیں سکتا۔ جو تکلیف تو انسان خود اپنے لئے تجویز کرتا ہے۔ وہ تکلیف نہیں۔ بلکہ اس کے لئے لذت ہو جاتی ہے۔ لیکن جو جبراً اس پر ڈال دی جاتی ہے۔ وہ عذاب ہوتا ہے۔ دیکھو

ایک ماں

اپنے بچے کے ساتھ کس قدر مصیبتیں جھیلتی ہے۔ راتوں کو اس کے لئے جاگتی ہے۔ اسے کھلاتی پلاتی ہے۔ اور اس کے لئے اتنا کام کرتی ہے۔ کہ اگر اتنا ہی کام کسی قیدی سے لیا جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ ملک میں شور پڑ جائے۔ کہ ظلم ہو رہا ہے۔ مگر ایسا کام ہر گھر میں عورتیں کرتی ہیں۔ لیکن کوئی اسے ظلم یا تکلیف نہیں کہتا۔ کیوں۔ اس لئے کہ وہ یہ کام اپنے شوق سے کرتی ہیں۔ اور اس مصیبت کو آپ اپنے پر ڈالتی ہیں۔ اور میرا خیال ہے۔ اگر کسی عورت سے کہا جائے۔ تم کیوں اسقدر تکلیف اٹھاتی ہو۔ اس بچہ کو پھینک دو۔ اور آرام کرو۔ تو وہ گالیاں دینے لگ جائے۔ کیونکہ اس مشکل کو وہ راحت سمجھتی ہے۔ اسی طرح طالب علم جس قدر رات دن محنت کرتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ اگر دوسرے تنخواہ دار لوگوں سے اسقدر کام لیا جائے۔ تو وہ چلا اٹھیں۔ مگر دیکھو طالب علم کی کیا

چھوٹی سی جان

ہوتی ہے۔ لیکن وہ اس خیال سے کہ میں عزت پا جاؤں۔ نہایت شوق سے تعلیم کی محنت کو اپنے اوپر برداشت کرتا ہے۔ تو جو مشکل انسان خود اپنے پر ڈالے۔ اسے وہ مصیبت نہیں بلکہ راحت سمجھتا ہے۔ لیکن جو مصیبت اس پر ڈال دی جاتی ہے۔ وہ فی الحقیقت اس کے لئے مصیبت ہوتی ہے

انبیاء اور ان کے سچے متبعین

کے راستہ میں جو مشکلات ہوتی ہیں۔ ان میں سے اکثر ایسی ہوتی ہیں۔ جنہیں وہ خود مانگتے ہیں۔ اور ان کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے:۔

آپ ہمیشہ دعا کرتے تھے۔ کہ مجھے موت مدینہ میں آئے۔ اور شہادت کی موت آئے۔ دیکھو موت کس قدر بھیانک چیز ہے۔ موت کے وقت عزیز سے عزیز بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ کہتے ہیں۔

کسی عورت کی بیٹی

بیمار ہو گئی۔ وہ دعائیں کرتی۔ خدایا میری بیٹی بچ جائے۔ اور اس کی جگہ میں مر جاؤں۔ ایک شب اتفاق سے اس کی گائے کی رسی کھل گئی۔ اس نے ایک برتن میں منہ ڈال دیا۔ جس میں اس کا سر پھنس گیا۔ اور وہ اسی طرح گھڑا سر پر اٹھا کر ادھر اُدھر بھاگنے لگی۔ یہ دیکھ کر کہ گائے کے جسم پر منہ کی بجائے کوئی بڑی سی چیز ہے۔ وہ عورت ڈر گئی۔ اس نے سمجھا۔ شاید میری دعا قبول ہو گئی۔ اور عزرائیل میری جان نکالنے کے لئے آیا ہے۔ اس پر بے اختیار بول اٹھی۔ عزرائیل بیمار میں نہیں ہوں۔ بلکہ وہ بیٹی ہے۔ اس کی جان نکال لے۔ تو جان اتنی پیاری چیز ہے۔ کہ اسے بچانے کے لئے انسان ہر ممکن تدبیر کرتا ہے۔ اور علاج کراتے کراتے کنگال ہو جاتا ہے لیکن صحابہ کرام کو یہی جان خدا تعالےٰ کے لئے دینے کی اس قدر خواہش تھی۔ کہ

حضرت عمرؓ

دعائیں کرتے۔ مجھے مدینہ میں شہادت نصیب ہو۔ مجھے خیال آیا کرتا ہے۔ حضرت عمر کی یہ دعا کس قدر خطرناک تھی۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ دشمن مدینہ پر چڑھ آئے۔ اور مدینہ کی گلیوں میں حضرت عمرؓ کو شہید کر دے۔ لیکن خدا تعالےٰ نے ان کی دعا کو اور رنگ میں قبول کر لیا۔ اور وہ ایک مسلمان کہلانے والے کے ہاتھ سے ہی مدینہ میں شہید کر دیئے گئے۔ بعض کے نزدیک۔ وہ شخص مسلمان نہ تھا۔ بہرحال وہ ایک غلام تھا۔ جس سے خدا تعالےٰ نے حضرت عمرؓ کو شہید کرا دیا تو انسان خود جن چیزوں کو چاہتا ہے۔ اور خواہش رکھتا ہے۔ وہ اس کے لئے مصیبت نہیں ہوتیں

حضرت خالد بن ولید

جب فوت ہونے لگے۔ تو رو پڑے۔ ایک دوست نے دریافت کیا آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا۔ میرے جسم سے کپڑا اتار کر دیکھو۔ سر سے لے کر پاؤں تک تلواروں کے نشان موجود ہیں۔ میں نے میدان جنگ میں ہر جگہ شہادت کے لئے اپنے آپ کو ڈالا۔ میرے پاؤں کے انگوٹھے سے لے کر تالو تک صدہا نشانات تلوار کے موجود ہیں لیکن آج میں بستر پر پڑا مر رہا ہوں۔ تو وہی جان جو لوگوں کو اس قدر پیاری ہوتی ہے۔ انہوں نے کس شوق سے خدا تعالےٰ کی راہ میں قربان کرنے کی کوشش کی۔ اور شہادت نہ ملنے پر روتے۔ اور اظہار افسوس کرتے رہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جو قربانی خوشی سے برداشت کی جائے۔ اس میں انسان لذت محسوس کرتا ہے۔ تبھی کی جماعت کو قربانیاں اسی شوق سے کرنی چاہئیں۔ جس خوشی سے روزے رکھے جاتے ہیں۔ روزہ میں بھوکا اور پیاسا رہنا پڑتا ہے۔ مگر بچے روتے ہیں کہ ہم بھی روزہ رکھیں گے۔ ویسے تو اگر کھانے کے معمولی اوقات سے دو گھنٹہ بھی کھانا ملنے میں دیر ہو جائے۔ تو بچے اودھم مچا دیتے ہیں۔ لیکن روزہ نہ رکھنے دو۔ تو پھر بھی روتے ہیں۔ وہ چونکہ دیکھتے ہیں۔ ماں باپ روزہ رکھنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے وہ بھی اس فاقہ سے خوش ہوتے ہیں۔ تو وہی روزہ جس کی وجہ سے بھوکا اور پیاسا رہنا پڑتا ہے۔ خوشی سے رکھنا راحت کا موجب ہو جاتا ہے:۔

پس بظاہر انبیاء کی آمد سے ماننے والوں کے لئے مصیبتیں نازل ہوتی ہیں۔ اور انہیں مال جان۔ عزت و آبرو۔ وطن اور عزیز و اقارب دوست و احباب غرض کہ ہر چیز کی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ جو بظاہر ان کے لئے مصیبت ہوتی ہے۔ لیکن انکے لئے یہ مصائب روزہ کے مصائب کی طرح ہوتے ہیں۔ روزہ کے دنوں میں بھوک اور پیاس سے انسان کا جسم گھلا جاتا ہے۔ مگر اس کی آنکھوں میں ہر روز

عید کا چاند

پھر رہا ہوتا ہے۔ لیکن جن کے لئے روزہ خوشی کا موجب نہیں ہوتا اُن کے لئے رمضان قیامت کا نظارہ ہوتا ہے۔ پس یہ نیت اور ارادہ کی بات ہے۔ جسے انسان خوشی سمجھتا ہے۔ وہ اس کے لئے عید ہوتی ہے۔ اور جسے بُرا سمجھتا ہے۔ وہ مصیبت ہے۔

ہماری جماعت

کو بھی جس نے اس زمانہ کے مامور کو قبول کیا ہے۔ قربانیوں کو اسی رنگ میں دیکھنا چاہئے۔ جس طرح رمضان کے روزے ہوتے ہیں۔ جس طرح رمضان کے روزے مصیبت نہیں سمجھے جاتے۔ بلکہ ان میں لذت محسوس ہوتی ہے۔ بعینہٖ اسی طرح دین کی اشاعت اور خدمت اسلام کے لئے جو قربانیاں ہمیں کرنی پڑیں۔ ان میں لذت محسوس کرنی چاہئے۔ اور سمجھ لینا چاہئے۔ کہ یہ مصائب روزہ یا حج کی طرح ہیں۔ اور ان کے نتیجہ میں عید آئیگی۔ اور اگر دنیا میں عید نہ آئی۔ تو شہادت نصیب ہوگی۔ اور وہ بھی عید ہے۔ جو اس دنیا میں ہوگا۔ وہ عید کے اس چاند کو دیکھیگا اور جو مر گیا۔ وہ اس

حقیقی چاند

کا منہ دیکھ سکیگا۔ جس کی خواہش میں لوگ اس چاند کو دیکھا کرتے ہیں اس لئے اس سے بڑھ کر وہ عید ہے۔ پس مومنوں کو قربانی سے کبھی گھبرانا نہ چاہئے۔ کیونکہ قربانیاں تباہی کا نہیں۔ بلکہ آئندہ

ترقیات کا موجب

ہوتی ہیں۔ لیکن یہ قربانیاں دنیا یا کسی انسان کے لئے نہیں ہونی چاہئیں۔ اور نہ اس خیال سے ہونی چاہئیں۔ کہ لوگ ہماری ان قربانیوں کو دیکھیں۔ اور تعریف کریں۔ کیونکہ دین کے لئے قربانیوں کا کوئی شخص بدلہ نہیں دے سکتا۔ بلکہ جو شخص یہ خیال بھی کرتا ہے۔ اور کسی انسان سے دین کے لئے قربانیوں کے بدلہ کی امید بھی رکھتا ہے۔ خواہ وہ انسان نبی یا اُس کا خلیفہ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ اپنی قربانیوں کو ضائع کرتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے:۔

دین کے لئے قربانیاں

اتنی عظیم الشان چیز ہے۔ کہ ان کا بدلہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی دے ہی نہیں سکتا۔ اور جو سمجھتا ہے۔ ایسی قربانیوں کا بدلہ کوئی انسان بھی دے سکتا ہے وہ ایسی قربانیوں کی حقیقت کو ہی نہیں سمجھتا۔ اور وہ اپنے ساتھ اس شخص کی بھی تذلیل کرتا ہے۔ جس سے ایسے بدلہ کی امید وابستہ رکھتا ہے۔ جو شخص یہ خیال کرتا ہے۔ کہ دین کے لئے قربانیوں کا بدلہ کوئی انسان دے سکتا ہے۔ اس کی مثال اس

بے وقوف فقیر

کی سی ہے۔ جسے کسی اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر نے کچھ دے دیا۔ تو اُس نے خوش ہو کر کہا۔ "خدا تینوں تھانیدار کرے" یعنی خدا تمہیں پولیس کا سب انسپکٹر بنائے۔ چونکہ تھانیدار عام طور پر آوارہ گرد فقیروں کو پکڑ کر

لیھلن ابن مریم بفج الروحاء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا حج

مشہور ضرب المثل ہے۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ سے ثابت ہے۔ قرآنی نصوص کے سامنے کسی کو دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ اور حقائق کا انکار ہو نہیں سکتا۔ اس لئے معاندین صداقت نے ایک عذر لنگ تراشا کہ حضرت مرزا صاحب نے چونکہ حج نہیں کیا۔ اس لئے ان کا دعویٰ شائستہ اعتنا نہیں۔ اس کا مسکت جواب دیا گیا۔ کہ شرائط حج صحت زاد راہ۔ امن راہ۔ آپ کے لئے حاصل نہ تھے۔ لہذا آپ پر حج فرض نہ تھا۔ اس پر علماء نے بالعموم اور امرتسری مکذب نے بالخصوص متذکرہ صدر حدیث کا حوالہ دیکر خلق خدا کو گمراہ کرنا چاہا۔ اور کہا۔ کہ سرور کائنات صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آنے والے مسیح کے لئے حج کعبہ لازمی شرط قرار دی ہے۔ خواہ امن ہو یا نہ وغیرہ وغیرہ۔ اور وہ گاہے ماہے اس ژولیدہ بیانی کا تکرار کرتے رہتے ہیں اس لئے ضرورت ہے۔ کہ حق پسند اصحاب کی آگاہی کے لئے اس حدیث کے متعلق مفصل لکھا جائے۔

یہ حدیث صحیح مسلم کتاب الحج میں مذکور ہے۔ تمام الفاظ یہ ہیں:۔

"والذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مریم بفج الروحاء حاجاً او معتمراً او لیثنینھما" ان الفاظ میں کہیں مذکور نہیں کہ بعد نزول یہ واقعہ ہوگا یا آمد ثانی میں وہ حج کریں گے۔ حضرت ابوہریرہ اس کے راوی ہیں۔ اور الفاظ "حاجاً او معتمراً او لیثنینھما" میں "یا۔ یا" کے تکرار سے اس کی محفوظیت ظاہر ہے۔ درایت کے لحاظ سے اتنا کہنا کافی ہے۔ کہ اگر غیر احمدی اصحاب کے معانی درست تسلیم کئے جائیں۔ تو "فج الروحاء" کو حضرت مسیح کا جائے احرام ماننا پڑے گا۔ حالانکہ وہ مقررہ اسلامی مواقیت میں سے نہیں ہے۔ نواب صدیق حسن خان صاحب نے لکھا ہے:۔

"فج بمعنی طریق ست و روحاء مکانی ست۔ مابین مدینہ طیبہ و وادی صفراء در راہ مکہ مکرمہ" (حج الکرامہ صد ۴۲۹)

پھر "روحاء" کے متعلق مشہور کتاب لغت قاموس میں لکھا ہے:۔

"الروحاء بین الحرمین علی ثلاثین او اربعین میلاً من المدینۃ" (جلد ۳ صد ۲۳۳)

کہ مقام روحاء مدینہ منورہ سے ۳۰۔ ۴۰ میل کے فاصلہ پر ہے گویا نہ میقات ہے اور نہ میقات کے بالمقابل ہے۔ اس لئے ایک شخص کا اس جگہ سے احرام باندھنا یقیناً شریعت اسلامیہ کے نفاذ عمومی میں رخنہ انداز ہوگا۔ خصوصاً جبکہ اس کی کوئی معقول وجہ بھی نہ ہو۔

نوعیت حدیث پر اس مختصر تبصرہ کے بعد ہم بتانا چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے معاندین کا مندرجہ بالا استدلال سراسر غلط ہے حدیث نبوی کا ہرگز یہ منشاء نہیں۔ کہ مسیح موعود فج الروحاء سے احرام باندھیں گے۔ اور یہ بات بعد نزول من السماء ہوگی اگر یہ مطلب ہوتا۔ تو اس حدیث میں کوئی لفظ تو ایسا ہوتا۔ جو آمد ثانی یا بعد نزول پر صراحتاً یا اشارتاً دلالت کرتا۔ نیز عربی زبان کے لحاظ سے "لیھلن بفج الروحاء" کا ترجمہ "فج الروحاء سے" غلط ہے۔ بلکہ "فج الروحاء میں" چاہیئے۔ اگر حضور علیہ السلام کا منشاء مبارک یہ ہوتا۔ کہ "فج الروحاء سے" تلبیہ شروع کریں گے یا کرتے ہیں۔ تو "من فج الروحاء" فرماتے۔ جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ایسی ہی دوسری احادیث میں "من" ہی فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

"یھل اھل المدینۃ من ذی الحلیفہ ویھل اھل الشام من الجحفۃ ویھل اھل نجد من قرن" (مسلم باب مواقیت الحج)

اور "بفج الروحاء" نہ فرماتے۔ پس اس حدیث کی اندرونی شہادت سے ظاہر ہے۔ کہ ان الفاظ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مسیح دوبارہ آکر فج الروحاء سے لبیک لبیک کہنا شروع کریں گے۔

جب ہم اس حدیث کی حقیقت پر غور کرتے ہیں۔ تو ہمیں صحیح مسلم میں ہی ایک دوسری حدیث اسی طرز کی نظر آتی ہے۔ لکھا ہے:

"عن ابن عباس قال سرنا مع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بین مکۃ والمدینۃ فمررنا بواد فقال ای واد ھذا فقالوا وادی الازرق قال کانی انظر الی موسی فذکر من لونہ وشعرہ شیئاً واضعاً اصبعیہ فی اذنیہ لہ جؤار الی اللہ بالتلبیۃ ماراً بھذا الوادی قال ثم سرنا حتی اتینا علی ثنیۃ فقال ای ثنیۃ ھذہ قالوا ھرشی او لفت فقال کانی انظر الی یونس علی ناقۃ حمراء علیہ جبۃ صوف خطام ناقتہ خلبۃ ماراً بھذا الوادی ملبیاً رواہ مسلم (مشکوٰۃ صفحہ ۔۔ مطبوعہ مجتبائی)

(ترجمہ) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ مکہ مدینہ کے درمیان جا رہے تھے۔ ایک وادی کے متعلق حضور نے دریافت فرمایا۔ کہ یہ کونسی وادی ہے۔ عرض کیا گیا۔ وادی ازرق۔ حضور نے فرمایا۔ گویا میں حضرت موسیٰ کو دیکھتا ہوں۔ (راوی کہتا ہے کہ حضور نے حضرت موسیٰ کے رنگ اور بالوں کا بھی ذکر فرمایا) کہ وہ کانوں میں انگلیاں ڈالے عاجزانہ طور پر لبیک لبیک کہتے ہوئے اس وادی سے گذر رہے ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ پھر ہم آگے بڑھے تو ایک ٹیلہ کے متعلق دریافت فرمایا۔ عرض کیا گیا۔ یہ ہرشی ہے۔ آنحضور نے فرمایا۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ حضرت یونس سرخ اونٹنی پر سوار صوف کا جبہ پہنے اس وادی میں لبیک لبیک کہتے گذر رہے ہیں۔"

اس صاف حدیث نے متنازعہ فیہ حدیث کے مفہوم کو بالکل حل کر دیا یعنے جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت موسیٰ کو وادی ازرق میں اور حضرت یونس کو ثنیہ ہرشی میں لبیک لبیک کہتے سنا ایسا ہی حضور نے فج الروحاء میں حضرت مسیح ابن مریم کو لبیک لبیک کہتے سنا و بس۔ احادیث میں عموماً روایت بالمعنیٰ ہوا کرتی ہے اور آنحضرت نے فرمایا ہے۔ کلامی یفسر بعضہ بعضاً کہ میری کلام کے بعض حصے دوسرے بعض کی تفسیر کرتے ہیں۔

فج الروحاء کے متعلق ایک اور حدیث نے معاملہ کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ تصوف کی مشہور کتاب "التعرف" (جس کے متعلق کہا گیا ہے:۔ "لولا التعرف ماعرف التصوف") کی شرح میں ابو ابراہیم اسمٰعیل بن محمد بن عبد اللہ المستملی فرماتے ہیں۔

"قال ابو موسیٰ عن النبی صلے اللہ علیہ و آلہ و بارک وسلم انہ مر بالصخرۃ من الروحاء سبعون نبیاً حفاۃً علیھم العباء یؤمون البیت العتیق" (شرح التعرف صک)

(ترجمہ) ابو موسیٰ راوی کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ مقام الروحاء کی صخرہ (بڑی چٹان) پر سے ستر اولو العزم نبی ننگے پاؤں چادریں پہنے بیت اللہ کا قصد کرتے (حج کے لئے) گذرے ہیں۔

پس ظاہر ہے کہ انہی ستر نبیوں میں سے ایک نبی حضرت مسیح ابن مریم بھی تھے۔ جن کے متعلق مسلم کی روایت میں تصریح کر دی گئی ہے۔

یہ حقیقت اور بھی واضح تر ہو جاتی ہے۔ جبکہ تاریخی طور پر یہ ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر۔ فتح مکہ اور پھر حجۃ الوداع کے موقعہ پر فج الروحاء سے ہو کر ہی گذرے تھے (ملاحظہ ہو مجمع البحار جلد ۳ صد ۵۹ و الاکمال جلد ۳ صد ۳۹۴)

اس تمام بیان سے ظاہر ہے کہ قرین قیاس اور دیگر احادیث کا منشاء یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح وادی ازرق سے گذرتے ہوئے حضرت موسیٰ کو حج کے لئے جاتے دیکھا۔ ثنیہ ہرشی میں حضرت یونس کو لبیک کہتے سنا۔ ایسا ہی آنحضور نے فج الروحاء سے گذرتے حضرت مسیح کو لبیک کہتے سنا اور ذکر فرمایا جسے راوی نے مسلم شریف کے مندرجہ بالا الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ اس صورت میں حدیث مذکورہ کے صحیح لفظی معنے بغیر کسی تاویل کے یہ ہوں گے کہ:۔ "بخدا ابن مریم فج الروحاء میں حج یا عمرہ یا ہر دو کے لئے لبیک لبیک کہتے ہیں"۔ اس جگہ اگر کسی کو یہ خلجان ہو کہ حدیث میں لفظ "لیھلن" موکد بانون ثقیلہ ہے۔ اس کے معنے استقبال کے ہی ہونے چاہئیں۔ تو اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ مضارع موکد بانون ثقیلہ حال کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ "وان منکم لمن لیبطئن الآیۃ" (نساء ع ۱۰) اس جگہ "لیبطئن" مضارع موکد بانون ثقیلہ ہے۔ مگر اس کے معنے استقبال کے نہیں بلکہ حال کے ہیں۔ چنانچہ امرتسری مکذب نے بھی اس کے ترجمہ میں لکھا ہے:۔ "کوئی تم میں سے سستی کرتا ہے"۔ تفسیر ثنائی جلد ۲ صد ۱۶۳) سو اسی طرح لیھلن کے معنے بھی حال کے ہیں یعنی مسیح اس وقت (حج)

مسئلہ ولادت مسیح علیہ السلام

پس

اباطیل واکاذیب کی لشکر کشی

(ایک غیر احمدی مسلم کے قلم سے)

جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کے قلم سے پیغام صلح مورخہ ۵ مارچ ۱۹۲۹ء میں حضرت مسیح موعود اور مسئلہ ولادت مسیح کے عنوان سے ایک مقالہ شائع ہوا ہے۔ جس میں ڈاکٹر صاحب نے حقائق کو بدلنے کی عجیب کوشش کی ہے آپ کا عقیدہ ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا باپ تھا۔ اور آپ یوسف نجار کے نطفہ سے پیدا ہوئے تھے یہ تو آپ کو اختیار ہے۔ کہ جو عقیدہ چاہیں۔ اپنے لئے پسند فرمالیں لیکن معلوم ہوتا ہے۔ تغیر حقائق اور سخن سازی کے فن میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل ہے آپ کی تازہ کوشش ملاحظہ ہو۔ کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جنہیں وہ حکم عدل۔ مجدد زمان۔ مسیح موعود۔ مہدی معہود اور اپنا حقیقی مرشد ماننے کا ادعا کرتے ہیں۔ اُن کے صاف وصریح الفاظ کو رد کرنے کی ناپاک کوشش کر رہے ہیں۔ جناب مرزا صاحب مرحوم کا عقیدہ بلا اشتباہ اور صاف طور پر یہ تھا۔ کہ مسیح ناصری علیہ السلام محض حکم ربانی سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے آنجناب مرزا صاحب کو اپنے اس عقیدہ پر بڑا وثوق اور اصرار تھا۔ اور اپنی تصنیفات میں متعدد مقامات پر آپ نے اس حقیقت کا اظہار بھی کیا ہے جسے غالباً جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مطالعہ فرما چکے ہوں گے (واللہ اعلم)

ولادت مسیح از روئے قرآن

قرآن پاک نے بیشک جہاں اس اصل کا اعلان فرمایا۔ کہ سنت اللہ تبدیل نہیں ہو سکتی۔ وہاں ساتھ ہی ولادت مسیح علیہ السلام کو ولادت آدم علیہ السلام سے مشابہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔ ان مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل اٰدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ سنت اللہ خدا کی مقرر کردہ ہے۔ کوئی انسان اس کا موجد یا واضع نہیں۔ خود جناب مرزا صاحب نے بھی ولادت مسیح کو آیات خاصہ اور نادرہ میں سے قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو اگر یہ دعویٰ ہے۔ کہ انہوں نے سنت اللہ کو واقعی طور پر معلوم کر لیا ہے۔ تو وہ آیت ذیل پر غور کر کے ذرا سنت اللہ کی وضاحت کر دیں۔ مثلاً سورۃ یٰس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ سبحان الذی خلق الازواج کلہا مما تنبت الارض ومن انفسہم ومما لا یعلمون "مما لا یعلمون" کے ماتحت ولادت کے طریقوں کی تفصیل کرنے سے آپ کی قابلیت کا بخوبی اظہار ہو سکتا ہے۔ مقالہ زیر حوالہ کے عامیانہ اور سوقیانہ عبارت بھی افسوسناک ہے "مسیح یا" وغیرہ الفاظ بالکل بازاری ہیں۔ اور ایک مذہبی مضمون نگار کی شایان شان نہیں ٹھہر سکتے۔

ولادت مسیح اور اصول اسلام

یہ درست ہے۔ کہ ولادت مسیح کا مسئلہ عبادات میں شامل نہیں لیکن یہ غلط ہے۔ کہ یہ عقیدہ ایمانیات میں شامل نہیں۔ سارا قرآن ایمانیات میں شامل ہے۔ قرآن نے جو کچھ اور جس طرح بیان فرمایا۔ وہ ہر مسلم کے ایمان کا جزو ہے۔ اس کے خلاف کہنا محض فریب دہی ہے بیشک پکا اور سچا مسلم وہی ہے۔ جو قرآن کی ہر بات پر ایمان لاتا ہے۔ ولادت مسیح علیہ السلام بھی قرآن کے اندر مذکور ہے۔ جناب مرزا صاحب کو کئی بار الہامات ہوئے۔ الرحمٰن علم القرآن کیا ڈاکٹر صاحب بتائیں گے اس الہام میں جس قرآن کا لفظ مذکور ہے۔ آیا اسی قرآن میں ولادت مسیح کا مسئلہ بھی ہے۔ یا اس سے خارج ہے۔ کیا جناب مرزا صاحب نے خاص اسی مسئلہ کے متعلق نہیں لکھا ہے۔ وھذا امر نکتب من شہادۃ القراٰن والانجیل۔ فلا تترکوا سبیل الحق والفلاح کیا ڈاکٹر صاحب کے نزدیک حق اور فلاح کی سبیل یہی ہے۔ کہ وہ دانستہ اپنے ایسے مرشد سے اختلاف کر کے فخر کرتے پھریں جنہیں رحمان نے قرآن سکھلایا۔ کیا ڈاکٹر صاحب اپنے مرشد جناب مرزا صاحب کے اس الہام کو مانتے ہیں یا نہیں۔ علم القراٰن ۔ فبای حدیث بعدہ یؤمنون ذرا اس الہام کو ملحوظ رکھ کر کیا وہ عقیدہ مرشد اور اپنے اختلاف میں مطابقت فرمائیں گے۔!

جناب مرزا صاحب کا ایمان یا عقیدہ

ڈاکٹر صاحب کے خیال میں جناب مرزا صاحب نے جہاں کہیں یہ لکھا ہے۔ کہ ہمارے ایمان اور ہمارے عقیدہ کے رو سے حضرت مسیح بلا باپ پیدا ہوئے۔ تو اس ایمان اور عقیدہ سے مراد اسلامی عقیدہ یا ایمان نہیں۔ بلکہ یہ الفاظ وسیع لغوی معنوں میں استعمال کئے ہیں اب اگر کسی شخص کے کلام کی یہی حقیقت ہے۔ تو خدارا فرمائیں۔ اس کی کس بات کا اعتبار ہو سکتا ہے! ایمان اور عقیدہ عام الفاظ ہیں۔ اگر ان الفاظ کو بھی استعارات کا جامہ پہنایا جائے گا۔ تو خدا حافظ۔ سورج کا وجود بھی مشتبہ نظر آنے لگیگا۔ ذرا ڈاکٹر صاحب فرمائیں۔ جہاں مرزا صاحب نے اپنے اس خاص عقیدہ پر قرآن کی شہادت پیش کی ہے۔ اس قرآن کے لفظ کو آنجناب کس استعارہ کے ماتحت رکھیں گے۔ بلکہ کچھ تو کہیں معلوم ایسا ہوتا ہے۔ اس تمام کوشش سے ایک نئے مجدد کے ظہور کا تہیہ کرنا مقصود ہے۔ جو مرزا صاحب کی خامیوں کو درست کرے۔ اور ولادت مسیح کے مسئلہ کو صاف کر کے پیش کرے۔ یہ ہے ساری حقیقت اس نمائش کی جس کا اہتمام اس زور شور سے کیا جا رہا ہے۔

پیغامی اور محمودی

ڈاکٹر صاحب نے محمودی جماعت کا ذکر بڑی کثرت سے اپنے مقالہ میں کیا ہے۔ راقم کو کسی جماعت سے تعلق نہیں۔ اور نہ ہی ان سطور سے جنبہ داری مقصود ہے۔ محض حق اور انصاف سے ڈاکٹر صاحب کے خیالات کی گہرائی اور اس کا عمق ظاہر کرنا مطلوب ہے۔ ہم نہ پیغامی ہیں اور نہ محمودی۔ اس لئے فریقین کے اندرونی تنازعات سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔

ڈاکٹر صاحب کا تعلق جناب مرزا صاحب سے

خاص ولادت مسیح کے مسئلہ میں جناب مرزا صاحب لکھتے ہیں

والذین ینکرونہا فما قدروا اللہ حق القدر و قعدوا فی الظلمٰت مع وجود نور البدر.

یعنی جو لوگ مسیح کے بغیر باپ ہونے کا انکار کرتے ہیں وہ اندھیرے میں ہیں۔ علاوہ ازیں تحفہ گولڑویہ میں جناب مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ "یاد رہے کہ خدا نے بے باپ پیدا ہونے میں حضرت آدم سے حضرت مسیح کو مشابہت دی ہے"

کیا ڈاکٹر صاحب جواب دینگے۔ کہ یہ کس قسم کے استعارات ہیں۔ آیا اسلامی اصطلاح میں یہ عبارتیں مذکور ہوئی ہیں یا وسیع لغوی معنوں میں؟

ڈاکٹر صاحب کے نزدیک جناب مرزا صاحب حکم نہیں

ملاحظہ ہو اعجاز احمدی صفحہ ۲۹۔ جناب مرزا صاحب لکھتے ہیں:۔

"ہم بادب عرض کرتے ہیں۔ کہ پھر وہ حکم کا لفظ جو مسیح موعود کی نسبت صحیح بخاری میں آیا ہے۔ اس کے ذرا معنی تو کریں۔ ہم تو اب تک یہی سمجھتے تھے۔ کہ حکم اس کو کہتے ہیں۔ کہ اختلاف رفع کرنے کے لئے اس کا حکم قبول کیا جائے۔ اور اس کا فیصلہ گو وہ ہزار حدیث کو بھی موضوع قرار دے۔ ناطق سمجھا جائے"

یہاں الہام کا لفظ نہیں آیا۔ جناب مرزا صاحب کا حکم اور فیصلہ کافی قرار دیا گیا ہے۔ جو شخص آنجناب سے باایں ہمہ اختلاف کرتا ہے۔ وہ آپ کو حکم نہیں سمجھتا۔ کیا ڈاکٹر صاحب اس کو اپنے انداز خصوصی سے تمثیلی رنگ میں بیان فرمائیں گے؟

ڈاکٹر صاحب مرزا صاحب کو مجدد بھی نہیں سمجھتے

ملاحظہ ہو اعجاز احمدی صفحہ ۲۴۔ جناب مرزا صاحب مجدد کی حیثیت اور اس کی رائے کی وقعت کے متعلق لکھتے ہیں "یہ وہی صدیق حسن ہے۔ جس کو محمد حسین نے مجدد بنایا ہوا تھا بھلا کیوں کر اور کس طرز سے مجدد کی رائے۔ سے ان کی رائے الگ ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں"

یہاں صاف طور پر تحریر فرما دیا۔ کہ مجدد کی رائے سے اختلاف بھی صحیح اور جائز نہیں۔ کیا ڈاکٹر صاحب اس عبارت کو مذکورہ "وسیع معنوں" کی مشین میں ڈھال کر اپنے حاشیہ نشینوں سے خراج تحسین وصول فرمائیں گے!

فی الحال ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔ اگر جناب ڈاکٹر صاحب نے اس جانب رخ کیا۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو مزید تفصیلات سے بتائیں گے۔ کہ آپ کا تعلق فی الحقیقت جناب مرزا صاحب کی تعلیمات سے پرکاہ کے برابر بھی نہیں۔ اور آپ نیچری عقاید پر قائم ہونے کی سعی فرما رہے ہیں۔

واللہ اعلم بالصواب۔

سے انکار کیا ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے۔ اقرار اور انکار دونو ایک ہی قسم نبوت کے متعلق ہرگز نہیں ہو سکتے۔ ہمیں دیکھنا یہ چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اقرار کیا ہے۔ تو کس قسم کی نبوت کا اور انکار کیا ہے۔ تو کس قسم کی نبوت سے۔ اور کیا آپ نے اس اقرار و انکار کی وضاحت اپنی تحریروں میں کی ہے۔ یا نہیں۔ اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہی عبارت کافی طور پر فیصلہ کن ہے جسے میں پہلے بھی پیش کر چکا ہوں۔ اور جو یہ ہے:۔

"جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے۔ صرف ان معنوں سے کیا ہے۔ کہ میں مستقل طور پر شریعت لانے والا نہیں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطے سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔ رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا۔" ایک غلطی کا ازالہ

اس سے صاف اور واضح ہو جاتا ہے۔ کہ حضور علیہ السلام نے جہاں کہیں بھی نبوت سے انکار کیا۔ وہ صرف یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ آپ شرعی یا مستقل نبی نہیں۔ اور اقرار یہ معنی رکھتا ہے۔ کہ آپ غیر شرعی۔ فیض محمدی سے برکات نبوت حاصل کرنے والے نبی ہیں۔ اور اسی کا اقرار گذشتہ زمانہ میں خود مولوی محمد علی صاحب نے ان الفاظ میں کر چکے ہیں۔ "یہ سلسلہ سچے معنوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین مانتا ہے۔ اور یہ اعتقاد رکھتا ہے۔ کہ کوئی نبی خواہ پرانا ہو۔ یا نیا۔ آپ کے بعد ایسا نہیں آسکتا۔ جس کو نبوۃ بدوں آپ کے واسطہ کے مل سکتی ہو۔ (گویا نبوت بواسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مل سکتی ہے)"

اس امر سے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آپ کو لغوی نبی لکھا ہے۔ یہ فائدہ اٹھانا۔ کہ آپ محدث تھے۔ بالکل منشائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"اگر خدا تعالےٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا۔ تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو۔ کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہئے تو میں کہتا ہوں۔ کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب کے نہیں"

اب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحریر کو کہ "اس کو یعنی محدث نبی کو کام ہوا خیال فرمالیں" پیش کرنا مولوی صاحب کے لئے ذرہ بھر مفید نہیں۔ کیونکہ مولوی عبد الحکیم بھی تو عام مسلمانوں کی سی عقائد رکھتا تھا اگر اس کے سامنے حضرت علیہ السلام نے نبوت سے انکار کر دیا۔ تو کونسا نقص لازم آگیا۔ مولوی عبد الحکیم کلانوری والے اقرار نامہ سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے۔ تو صرف یہی۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عام مسلمانوں کی اصطلاح (کہ ہر نبی کے لئے شریعت لانا ضروری ہے) کے مطابق نبی نہیں اور فی نفس الامر معاملہ بھی یہی ہے۔ کہ آپ شارع نہیں۔ اور نہ ہی جماعت احمدیہ قادیان کا یہ عقیدہ ہے۔ وہ تو آپ کو غیر شرعی امتی نبی مانتی ہے ٭

خاکسار محمد صادق کنجاہی۔ جامعہ احمدیہ قادیان

مسیح محمدی کی مسیح موسوی پر کلّی فضیلت

دوسرا مسئلہ جسے مسئلہ نبوت سے بہت بڑا تعلق ہے۔ اور جو میں نے مولوی محمد علی صاحب کے سامنے پیش کیا۔ یہ تھا۔ کہ مسیح موعود مسیح ابن مریم پر کلی فضیلت رکھتے ہیں۔ یا جزئی؟ اس کا جواب ایک مضمون نگار صاحب یہ دیتے ہیں۔ کہ "مسیح موعود کو مسیح ابن مریم پر صرف جزئی فضیلت حاصل تھی۔ نہ کہ کلی"۔ اب ایک طرف اس بے نام مضمون نگار کی عبارت کو پڑھ جاؤ۔ اور دوسری طرف اس پاک وجود کے الفاظ کو دہراؤ تو دیکھو گے۔ کہ ان دونوں عبارتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔ "اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا۔ کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے۔ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ تو میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالےٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی۔ اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ مگر ایک پہلو سے امتی" ان الفاظ کو پڑھتے ہوئے یہ کہنا۔ کہ اس سے مراد جزئی فضیلت ہے۔ خدا کے برگزیدہ سے ہنسی کرنے سے کم نہیں۔ کیونکہ اس صورت میں مطلب یوں بنے گا۔ کہ "اس سے پہلے جو امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا۔ میں اس کو جزئی فضیلت قرار دیتا۔ لیکن خدا تعالےٰ کی متواتر وحی نے مجھے اس پر قائم نہ رہنے دیا۔ اور صاف صاف بتایا۔ کہ تو مسیح ابن مریم پر جزئی فضیلت رکھتا ہے"

پھر حضور پُر نور دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

"خلاصہ کلام یہ کہ چونکہ میں ایک ایسے نبی کا تابع ہوں۔ جو انسانیت کے تمام کمالات کا جامع تھا۔ اور اس کی شریعت اکمل اور اتم تھی۔ اور تمام دنیا کی اصلاح کے لئے تھی۔ اس لئے مجھے وہ قوتیں عنایت کی گئیں۔ جو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے ضروری تھیں۔ تو پھر اس امر میں کیا شک ہے۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں۔ جو مجھے دی گئیں۔ کیونکہ وہ ایک خاص قوم کے لئے آئے تھے اور اگر وہ میری جگہ ہوتے۔ تو اپنی اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے۔ جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوۃ دی۔ وھذا تحدیث نعمۃ اللّٰہ ولا فخر۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ کہ اگر حضرت موسیٰؑ ہمارے نبی صلعم کی جگہ آتے۔ تو اس کام کو انجام نہ دے سکتے تھے۔ اور اگر قرآن شریف کی جگہ توریت نازل ہوتی۔ تو اس کام کو ہرگز انجام نہ دے سکتی۔ جو قرآن شریف نے دیا"

کیا ان الفاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کلی طور پر اپنے آپ کو حضرت مسیح ابن مریم سے افضل قرار دیتے ہیں یا اپنی فضیلت کو جزئی قرار دیتے ہیں ٭

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیوں حضرت موسیٰؑ پر فضیلت کلیہ تامہ رکھتے تھے۔ اور قرآن حمید کیوں تورات پر فضیلت کلیہ رکھتا ہے۔ اور اس کی وجہ مسیح موعود علیہ السلام نے کیا بتائی ہے۔ اگر کہا جائے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کاموں کو انجام دیا۔ جن کو موسیٰ علیہ السلام انجام نہ دے سکتے تھے۔ اور قرآن کریم نے وہ کام کیا۔ جو تورات نہ کر سکتی تھی۔ اس لئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور قرآن کریم توراۃ سے افضل ہے۔ تو پھر ہم کہیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس عبارت کو بھی پڑھو:۔

"حضرت عیسیٰؑ کو وہ فطرتی طاقتیں نہیں دی گئیں۔ جو مجھے دی گئیں۔ کیونکہ وہ خاص قوم کے لئے آئے تھے۔ اور اگر وہ میری جگہ ہوتے۔ تو اس فطرت کی وجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے۔ جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی۔ وھذا تحدیث نعمۃ اللّٰہ ولا فخر"

اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی حضرت مسیح ابن مریم پر فضیلۃ کلیہ دو۔ ورنہ فضیلۃ کلیہ تامہ کا کوئی اور معیار پیش کرو۔

نیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مندرجہ ذیل عبارتیں بھی ملاحظہ ہوں:۔

"پھر جبکہ خدا نے اور اس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اسکے کارناموں کی وجہ سے افضل قرار دیا ہے۔ تو پھر یہ شیطانی وسوسہ ہے۔ کہ کہا جائے۔ کہ کیوں تم مسیح ابن مریم سے اپنے تئیں افضل قرار دیتے ہو"

"پس خدا دکھلاتا ہے۔ کہ اس رسول کے ادنیٰ خادم اسرائیلی مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہیں۔ جس شخص کو اس فقرہ سے غیظ و غضب ہو۔ اس کو اختیار ہے۔ کہ اپنے غیظ سے مر جائے"

کیا کوئی جزئی فضیلت پر بھی فخر کیا کرتا ہے۔

میں پہلے بتا چکا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اپنی نبوت کا اقرار فرمایا ہے۔ اور اپنے آپ کو مسیح ناصری سے افضل قرار دیا ہے۔ اور کلی طور پر افضل قرار دیا ہے۔ پس کون ہے۔ جو آپ کے اقرار کو رد کر سکے۔ اور فضیلت تامہ کی نفی کر سکے ٭

رہا یہ سوال کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی جگہ اپنی نبوت

تجارت رسول خدا کی سنت ہے

اس لئے ہر مسلمان کو چاہیئے۔ کہ وہ سنت رسول کی پیروی میں تجارت کی دنیوی و اخروی برکتوں کے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اور اگر وہ اپنی دوسری مصروفیتوں کی وجہ سے خود تجارت کرنے کے لئے وقت نہ نکال سکتا ہو۔ تو کم از کم اپنی آمدنی ہی کا کچھ حصہ کسی ایسی مشترکہ تجارت میں لگاتا رہے جس سے اس کو اور اس کی قوم کو نفع پہنچنے کی امید ہو۔ مشترکہ تجارت کی سب سے بہتر اور سب سے زیادہ محفوظ صورت لمیٹڈ کمپنی کی صورت ہے۔ لمیٹڈ کمپنی کے کاروبار پر حکومت کے قانون کی نگرانی رہتی ہے۔ اور شرکار پر مشترکہ کاروبار کے نقصان کی غیر محدود ذمہ داری عائد نہیں ہوتی دنیا کی تمام متمدن قومیں لمیٹڈ کمپنیوں کے ذریعہ سے عظیم الشان مالی تمدنی اور اقتصادی فوائد حاصل کر رہی ہیں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں پچانوے فیصدی ابھی یہ بھی نہیں جانتے۔ کہ لمیٹڈ کمپنی کہتے کسے ہیں۔ اس لئے میں مسلمانوں سے خاص طور پر درخواست کرتا ہوں۔ کہ وہ لمیٹڈ کمپنیوں کے کاروبار اور معاملات سے واقفیت اور دلچسپی پیدا کریں۔ اور جو تھوڑی یا بہت رقم وہ اپنی ضروریات سے پس انداز کر سکتے ہوں۔ اسے ماہوار معتبر لمیٹڈ کمپنیوں میں لگاتے رہیں۔ دہلی میں ایک نئی لمیٹڈ تجارتی کمپنی اشاعت و طباعت کتب وغیرہ کا کاروبار کرنے کے لئے "دی حسن نظامی ایسٹرن لٹریچر کمپنی لمیٹڈ" کے نام سے قائم ہوئی ہے۔ آپ اس کمپنی کے کاغذات و قواعد فوراً منگالیں۔ اور انہیں خوب غور سے پڑھنے اور سمجھنے کے بعد اگر آپ مناسب سمجھیں۔ تو اس کمپنی کی تجارت میں حسب مقدرت سرمایہ لگا کر شریک ہو جائیں۔ کمپنی کے کاغذات اس پتہ سے طلب کیجئے

مینیجنگ ڈائرکٹر دی حسن نظامی ایسٹرن لٹریچر کمپنی لمیٹڈ دہلی

حب اٹھرا

اگر آپ کو اولاد حاصل کرنیکی حقیقی تڑپ ہے۔ تو آپ اپنے گھر میں حب اٹھرا ضرور استعمال کرائیں۔ اس کے کھانے سے بفضل خدا ہزاروں گھر صاحب اولاد ہو چکے ہیں۔ جو اٹھرا کی بیماری کا نشانہ بن چکے تھے۔ (مرض اٹھرا کی شناخت یہ ہے) کہ اس سے بچے چھوٹے ہی فوت ہو جاتے ہیں یا حمل گر جاتے ہیں یا مردہ پیدا ہوتے ہیں۔ اس کو عوام اٹھرا کہتے ہیں۔ اس بیماری کے حضرت خلیفۃ المسیح اول مولانا مولوی نورالدین صاحب شاہی طبیب کی مجرب حب اٹھرا اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ یہ گو دکھری بے شک گولیاں حضور کی مجرب اور ان اندھیرے گھروں کا چراغ ہیں۔ جن کو اٹھرا نے نگل کر رکھا تھا۔ آج وہ خالی گھر خدا کے فضل سے پیارے بچوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان گو دکھری گولیوں کے استعمال سے بچہ ذہین۔ خوبصورت۔ تندرست اٹھرا کے اثرات سے محفوظ پیدا ہوتا ہے۔ آزما کر فائدہ اٹھائیں۔

قیمت فی تولہ ۹ شروع حمل سے آخر تک ضامن ۹ تولہ گولیاں خرچ ہوتی ہیں۔ یکدم ۹ تولہ منگوانے پر عہ اور نصف منگوانے پر صرف محصول معاف

مقوی دانت منجن

منہ کی بدبو دور کرتا ہے۔ دانتوں کی جڑیں کیسی ہی کمزور ہوں دانت ہلتے ہوں۔ گوشت خورہ سے تنگ آ گئے ہوں۔ دانتوں سے خون آتا ہو پیپ آتی ہو۔ دانتوں میں میل جمتی ہو۔ زرد رنگ رہتے ہوں۔ اور منہ سے پانی آتا ہو۔ اس منجن کے استعمال سے سب نقص دور ہو جاتے ہیں۔ اور دانت موتی کی طرح چمکتے ہیں۔ اور منہ خوشبودار رہتا ہے۔

قیمت فی شیشی بارہ آنہ (۱۲/)

سرمہ نور العین

اس کے اجزا موتی و ممیرا ہیں۔ اور یہ ان امراض کا مجرب علاج ہے۔ آنکھوں کی روشنی بڑھانے والا۔ دھند۔ غبار۔ جالا۔ ککرے۔ خارش ناخونہ۔ پھولا۔ ضعف چشم۔ پڑبال کا دشمن ہے۔ موتیابند دور کرتا ہے۔ آنکھوں کے لئے دار پانی کو روکنے میں ہمیشہ ہے۔ پلکوں کی سرخی دور کرنے میں بے نظیر ہے۔ گلی سڑی پلکوں کو تندرستی دینا۔ پلکوں کے گرے ہوئے بال از سر نو پیدا کرنا۔ اور نہ جائش دینا خدا کے فضل سے اس پر ختم ہے۔

قیمت فی شیشی دو روپے (عہ)

چراغ زندگی کیا ہے؟ آنکھیں

ناک۔ کان۔ زبان۔ ہاتھ۔ پاؤں سب کو انکی رفاقت کی ضرورت ہے کیوں؟ اس لئے کہ ان میں کوئی نقص ہو۔ تو دنیا اندھیر ہو جاتی ہے انکے بغیر نہ خوبصورتی قائم۔ نہ انسان چل پھر سکے۔ نہ کوئی اور کام ہو سکے۔ مگر کسقدر افسوس ہوگا۔ اگر معمولی سرمے ڈال کر ان کو خراب کر لیا جائے۔ جبتک تجربہ نہ کر لو۔ کوئی سرمہ نہ برتو۔ آپکے تجربہ کیلئے ہم ۱۰۰۰ ڈبیاں سرمہ اکسیری کی بالکل مفت تقسیم کر رہے ہیں۔ آدھ آنے کا ٹکٹ بھیجکر مفت نمونہ جلد طلب کریں۔ نمونہ بیرنگ نہ بھیجا جائیگا۔ قیمت فی تولہ (عہ)

ناصر برادرس محلہ دار الفضل قادیان

دس مرلہ قطعہ زمین

منشی شادیخاں صاحب مرحوم (محلہ دار الضعفاء) کے مکان سے متصل قابل فروخت ہے۔ جو اصحاب مسجد مبارک اور حضرت صاحب کے مکانات کے نزدیک مکان زمین کے طلبگار ہوں۔ ان کے لئے بہترین موقعہ ہے۔ نرخ کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت

معرفت دفتر مینیجر الفضل قادیان

الفضل میں اشتہار دینے کا بہترین موقعہ ہے

المشتہر: نظام جان عبداللہ جان دواخانہ معین الصحت قادیان

ڈانٹتے ڈپٹتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس کے نزدیک سب سے بڑا عمدہ یہی تھا
پس یہ خیال کہ ایسی قربانیوں کا بدلہ خدا نہیں۔ بلکہ کوئی انسان دیگا ایسا ہی
خیال ہے۔ جیسا اُس بے وقوف فقیر کا تھا۔

حدیثوں میں آتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ ہر عمل کا بدلہ ہے۔ لیکن

رمضان کا بدلہ

خود میری ذات ہے۔ اگر کوئی کہے۔ یہ حدیث ہی میں ہے۔ قرآن میں ایسا
کہاں لکھا ہے۔ تو قرآن میں بھی موجود ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے
واذا سالک عبادی عنی فانی قریب رمضان کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔ رمضان
میں جب میرے بندے مجھ سے دعا کرتے ہیں۔ تو میں [illegible] اس کر اُن
کی دعائیں سنتا ہوں۔ پھر حدیث میں چاند کی رویت کو خدا تعالیٰ کے دیدار
کی مثال میں پیش کیا گیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے
دریافت کیا۔ یا رسول اللہ قیامت کے دن اس قدر ہجوم ہوگا۔ ہم
خدا تعالیٰ کو کس طرح دیکھ سکیں گے۔ آپ نے فرمایا جس طرح ہلال کو
دیکھتے ہو۔ کیا اس وقت بھیڑ ہوتی ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی خاطر قربانیوں
کا بدلہ خود خدا تعالیٰ ہی ہے۔ پس دین کی خاطر جو مشکلات برداشت
کی جائیں۔ ان میں یہ بات ہمیشہ مدنظر رکھنی چاہیئے۔ کہ ان کا بدلہ
کوئی انسان نہیں دے سکتا۔ بلکہ میرے نزدیک اس میں کوئی ہتک
نہیں۔ بلکہ فخر ہے۔ اگر میں یہ کہوں۔ کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
بھی خدا کے لئے قربانیوں کا بدلہ نہیں دے سکتے۔ کیونکہ جس چیز کا بدلہ

خود خدا

ہو۔ اس کا بدلہ انسان خواہ وہ کس قدر بھی بلند شان ہو کس طرح دے سکتا ہے
یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ بغیر

سچی قربانی

کے عید بھی نہیں ہو سکتی۔ جیسے [illegible] شخص جو روزہ کو چٹی سمجھتا ہے۔
اور اس کے لئے اپنے اندر کوئی خواہش نہیں پاتا۔ اس کے لئے کوئی
عید نہیں۔ اسی طرح جو شخص [illegible] قربانی کرنے کی بھی خواہش نہیں
رکھتا۔ بلکہ اسے چٹی سمجھتا ہے۔ اس کے لئے بھی عید نہیں ہو سکتی۔ پس

دین کی خدمت

اسی شوق اور خواہش سے کرنی چاہیئے۔ جس طرح ایک ماں اپنے
بچہ کی پرورش کرتی ہے۔ وہ اسے چٹی نہیں سمجھتی۔ بلکہ اس میں لذت
محسوس کرتی ہے۔ بعض لوگ بچوں کو کھلانے کیلئے نوکر رکھتے ہیں لیکن
بچے نوکر کے پاس جاکر روتے ہیں۔ اور ماں کے پاس ہی رہنا
چاہتے ہیں۔ کیونکہ نوکر بچہ کو کھلانا چٹی سمجھتے ہیں۔ مگر ماں دلی محبت
سے کھلاتی ہے۔ اس وجہ سے بچہ ماں کے پاس رہنا چاہتا ہے
نوکر کے پاس نہیں جاتا۔ تو جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت میں
لذت محسوس نہیں کرتے۔ ان کے پاس خدا تعالیٰ کبھی نہیں آتا۔ آج
مسلمانوں کے لئے خدا تعالیٰ نے اتنی بڑی

عید کا سامان

مہیا کر دیا ہے۔ کہ حضرت نوح سے لے کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
تک کوئی ایسا نبی نہیں گذرا۔ جس نے اس عید کی بشارت نہ دی ہو
اب یہ ہمارے اختیار میں ہے۔ چاہے عید کریں یا نہ کریں۔ پس چاہیئے
کہ ہم ان قربانیوں کو جو خدا تعالیٰ کے دین کی خاطر کرنی پڑیں۔ چٹی
نہ سمجھیں۔ بلکہ ان میں لذت محسوس کریں۔ تا پیشتر اس کے کہ عید کا
دن آئے۔ جب کہ خدا تعالیٰ کا نور تمام دنیا میں پھیل جائے۔ ہمیں
عید ہی عید نظر آتی ہے۔ پس میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ ہمارے
لئے جو عید آئی ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اس کے کرنے کی توفیق دے۔

ہندوستان کی خبریں

——— پشاور ۱۰۔ مارچ۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ امیر بچہ اپشاور
آرہا ہے اس کی آمد خالستان کی موجودہ شورش کے سلسلہ میں ہے۔

——— پشاور ۱۱۔ مارچ۔ کابل سے آنے والے مسافروں
کا بیان ہے۔ کہ افغانستان کے سرکاری اخبار "امان افغان" کا نام
موجودہ حکمران کے حکم سے بدل کر "حبیب الاسلام" رکھا گیا ہے۔

——— پشاور ۱۳۔ مارچ۔ ایک غیر مصدقہ خبر موصول ہوئی
ہے۔ کہ ترکستان کے ایک سرغنہ ڈاکو غلام رسول خاں نے اپنے ساتھیوں
کی ایک بھاری تعداد کے ساتھ "جبل السراج" کے مشہور قلعہ پر جو کابل
سے ۹۰ میل دور ہے قبضہ کر لیا ہے۔ موجودہ حکمران نے اس قلعہ میں
خزانہ اور سامان حرب جمع کر رکھا تھا۔

——— کابل میں اشیاء کے نرخ بہت بڑھ گئے ہیں۔
دیاسلائی کے ایک بکس کی قیمت اٹھنی کابلی روپیہ ہے۔ لنکاشائر کے کپڑے کے
ذخائر تمام ہو چکے ہیں۔

——— پشاور ۱۲۔ مارچ۔ اطلاع ملی ہے۔ کہ شنواری خانہ
جنگی میں مبتلا ہیں۔ اور اپنی تاریخ کے نازک ترین دور میں سے گذر رہے ہیں

——— کہا جاتا ہے۔ کہ ملک غیاث الدین غلزئی کے ساتھ
موجودہ حکمران کابل نے دوستانہ تعلقات قائم کر لئے ہیں موجودہ حکمران نے
اسے ۲۵ رائفلیں اور ۔ ہزار روپیہ بھیجے۔ اور اس کے [illegible]
غیاث الدین نے اُسے [illegible] سید گھوڑے بھیجے ہیں۔

——— جدید دہلی ۱۲۔ مارچ۔ اطلاع ملی ہے۔ کہ ماطون
(دار الحکومت خوست) کے مقام پر جو قبائل مجتمع تھے۔ وہ جرنیل نادر خاں
سے اچھی طرح پیش آئے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ سمت مشرقی کے قبائل جرنیل
موصوف کی قیادت قبول کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔ بشرطیکہ ان سے
ان اسلحہ کی واپسی کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ جو ان کے قبضہ میں ہیں
نیز انہیں اس بات کا یقین دلایا جائے۔ کہ انہیں دوبارہ شاہ امان اللہ
کی اطاعت و مطاوعت پر مجبور نہ کیا جائے گا۔

——— پشاور ۱۴۔ مارچ۔ سید حسین نے تین ہزار لشکریوں
کے ساتھ غزنی کی جانب پیش قدمی کی۔ ذمہ دار حلقوں میں اس
نقل و حرکت کو آنے والی جنگ کا پیش خیمہ خیال کیا جاتا ہے۔

——— جدید دہلی ۱۲۔ مارچ۔ جرنیل نادر خاں گردیز
(سمت جنوبی) کے مقام پر ایک عظیم الشان جرگہ کا انتظام کر رہے ہیں۔

——— جدید دہلی ۱۴۔ مارچ۔ معلوم ہوا ہے۔ افغان وکیل
تجارت متعینہ پاراچنار نے پشاور کے وکیل تجارت کی تقلید کرتے
ہوئے موجودہ حکمران یا امان اللہ کو خزانہ اور روپیہ وغیرہ سپرد
کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ جب تک افغانستان میں
کوئی ایسی حکومت قائم نہ ہوگی جسے وہاں کے باشندے عام طور پر تسلیم
کرتے ہوں۔ میں خزانہ حوالے کرنے سے بدستور انکار کرتا رہونگا۔

——— پشاور ۱۴۔ مارچ۔ جرنیل نادر خاں کی ماطون (خوست)
میں رونق افروزی پر ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔ اور ان کے اعزاز
میں توپوں کی سلامی اتاری گئی۔

——— جدید دہلی ۱۲۔ مارچ۔ وائسرائے کی انتظامی کونسل
کے اخراجات پنڈت نہرو کی تحریک پر اسمبلی نے نامنظور کئے۔ جب
نہرو جی کی تحریک پر بحث ہو رہی تھی۔ مسٹر جناح نے یہ بات واضح کر دی
کہ مسلمان نہرو رپورٹ کو قبول نہیں کرتے۔ آپ نے پنڈت موتی لال سے
درخواست کی۔ کہ وہ اپنے نفس کو اس دھوکہ سے بچا لیں۔ کہ مسلمانوں نے
نہرو رپورٹ کو قبول کر لیا ہے۔ اس دھوکے سے بچنے کے بغیر پنڈت جی
ہندوستان کے فرقہ وار فساد کو دور نہ کر سکیں گے۔

——— پونہ ۱۲ مارچ۔ شولا پور میں ہندوؤں کی برات
میں باجہ بجنے کی وجہ سے ایک مسجد کے قریب ہندوؤں اور مسلمانوں
میں فساد ہو گیا ہے۔ اس میں ایک مسلمان لڑکا ہلاک اور چھ ہندو زخمی
ہوئے ہیں۔ اب امن و امان قائم ہو گیا ہے۔

——— نئی دہلی ۱۲۔ مارچ۔ آج لیجسلیٹو اسمبلی میں پنڈت
موتی لال نہرو کی تخفیف کی تجویز ۶۳ راؤں کی موافقت اور ۵۲
راؤں کی مخالفت سے منظور ہو گئی۔ غیر سرکاری ممبروں نے نعرہ ہائے
مسرت بلند کئے۔

——— کلکتہ ۱۳۔ مارچ۔ کلکتہ میں ایسا زبردست طوفان
باد و باران آیا۔ کہ جس نے تباہی کا عالم پیدا کر دیا۔ طوفان صرف ۱۵ منٹ
رہا۔ لیکن کئی مکانوں کی چھتیں اڑ گئی ہیں۔ بارش آدھ گھنٹہ تک زور
سے ہوتی رہی۔ جس سے بہت نقصان پہونچا ہے۔ تار ٹوٹ گئے۔
کھمبے گر پڑے۔ بجلی اور ٹیلیفون کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ شہر میں پانی
ہی پانی نظر آنے لگا۔ بہت سے درخت گرے۔ لالٹین بجھ گئیں۔ پرندے
ہزاروں کی تعداد میں مر گئے ہیں۔

ممالک غیر کی خبریں

——— لکسر ۱۱۔ مارچ۔ طوطنخامن کے مقبروں میں سے
نوادر قیمتی اشیاء کے ۲۰ بکس بند کر کے بحفاظت تمام قاہرہ بھیجے
گئے ہیں۔ ہاورڈ کارٹر کی دو سال کی کوششوں سے یہ ذخائر برآمد
ہوئے ہیں۔

——— قاہرہ ۱۱۔ مارچ۔ مصر میں ایک نیا قانون نافذ ہوا
جس میں طلاق کے متعلق عورتوں کو مزید حقوق دیئے گئے ہیں۔

——— واشنگٹن ۶۔ مارچ۔ مسٹر کولیج سابق صدر جمہوریہ
امریکہ نے اخبار نویسی کا پیشہ اختیار کیا ہے۔ تاکہ اپنے ٹھیکوں کا ایفا
کریں۔ ایک ٹھیکہ یہ ہے۔ کہ بشری دلچسپی کا ایک مضمون لکھنے پر ۲۵
شلنگ فی لفظ دئے جائینگے۔

——— ڈیٹونا بیچ ۱۳ مارچ۔ برطانوی موٹرسٹ میجر سیگریو
نے ایک گھنٹہ میں ۲۳۱ میل کا سفر حال میں طے کیا ہے۔ اس سے پہلے
امریکہ کے مسٹر رے کیچ نے ۲۰۷ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سفر طے کیا تھا۔

——— لنڈن ۱۲ مارچ۔ یکم اگست ۱۹۲۸ء سے لیکر ۱۲ جنوری
۱۹۲۹ء تک کل دنیا کی ملوں میں ایک کروڑ بیس لاکھ کے قریب روئی کی
گانٹھیں صرف ہوئیں۔ جو پچھلے سال کے اسی عرصہ سے [illegible] زیادہ ہیں۔

عبدالرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا کر [illegible] سے قادیان سے شائع کیا